منتخبات سلامیہ

حصہ دوم

مصنفہ

حمید مرزا آصف ردولوی

مرتبہ

مرزا علی رضا رضا ردولوی

حکیم محمد مرزا واصف ردولوی

ہم بھی واصف جائیں گے جنّت میں مدّاحوں کے ساتھ
ہم بھی تو ہیں منقبت خوانِ حسینؑ ابنِ علیؑ

سرمایۂ نجات

حصّہ دوم

مجموعہ نعت و قصائد و قطعات و رباعیات

مصنّفہ

حکیم محمد مرزا صفا و اخلف حکیم محمد عسکری صاحب (مرحوم)

ردولی، ضلع بارہ بنکی (یوپی)

مرتّبہ

مرزا علی رضا رضا ردولوی

جملہ حقوق محفوظ

سرمایۂ نجات

حصہ دوم

سنہ اشاعت .. .. .. نومبر ۱۹۸۲ء

تعداد .. .. ایک ہزار

مطبوعہ .. .. نامی پریس لکھنؤ

قیمت .. .. سات روپے

ملنے کے پتے

۱- مرزا علی رضا .. .. .. ۲۰۷، گولہ گنج، لکھنؤ

۲- ڈاکٹر محمد رضا .. .. .. عسکری منزل رودلی ضلع بارہ بنکی (یو.پی.)

پیش لفظ

از جناب شبیہ الحسن صاحب پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

فخر الحکماء، عمدۃ الشعراء عالی جناب حکیم محمد مرزا صاحب عرف حکیم محمود صاحب واصف ایک ایسے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جو مدت الایام سے اودھ اور اس کے اطراف میں اپنے فضائل و کمالات کے لیے شہرت رکھتا ہے۔ خود حکیم صاحب ممدوح بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ شاعری کے فنی رموز و اسرار سے آگاہ اور زبان و بیان کے نکات سے اچھی طرح باخبر شاعر و مداح خانوادۂ رسالت ہیں۔ انھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ طبابت کے ذریعہ خاموش فیض رسانی اور طلب شہرت سے کنارہ کش مداحی میں صرف کیا ہے۔

زیر نظر قصائد و رباعیات و قطعات کا مجموعہ جناب واصف کی مہارت فن اور والہانہ عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ ان قصائد میں بے ساختگی کے ساتھ علمی چاشنی جابجا موجود ہے۔ ان میں زبان و بیان کی سہولت کے ساتھ وہ

جزالت بھی برابر ملتی ہے جسے ہمیشہ سے قصیدہ نگاری کے محاسن میں شمار کیا گیا ہے۔ انھوں نے مداحی کے لیے زیادہ تر متداول زمینیں منتخب کی ہیں جن میں اساتذۂ سلف کے قصائد اکثر ملتے ہیں مگر اپنی فکر رسا اور والہانہ جذبے کی مدد سے ہر قدم پر انھوں نے نئے انداز نئے مضامین اور مدح کے نئے گوشے پیدا کر کے فن اور عقیدت کا ایک ملا جلا چمن کھلا دیا ہے۔ یہ قصائد محض رسمی نوعیت نہیں رکھتے ہیں۔ فنی اور ادبی نقطۂ نظر سے ان کی کشش ایک وسیع دائرہ رکھتی ہے۔ ان قصائد میں محض صاحبان عقیدت کی تشفی کے سامان نہیں بلکہ شعر و سخن کے شائقین کے لیے بڑی جاذبیت ہے۔

سرمایۂ نجات حصہ اول کے عنوان سے ان کے مدحیہ کلام کا ایک مجموعہ پہلے ہی چھپ کر صاحبان ذوق سے داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔ یہ دوسرا مجموعہ ہے اور نقش اول سے مزید خصوصیات اور گوناگوں محاسن کلام پر مشتمل ہونے کی بنا پر واضح فوقیت رکھتا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاعری کے اس مخصوص مگر مشکل میدان میں وہ تازہ دم فن کار کی طرح اپنے سفر کو جاری کیے ہوئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پہلے مجموعہ کی طرح یہ مجموعہ بھی مقبول خاص و عام ہوگا اور فن و عقیدت کے اس خرمن نوادر چمن تازہ کا بھی ارباب ادب و ولا ہاتھوں ہاتھ استقبال کریں گے۔

شبیہ الحسن نونہروی
پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی۔ لکھنؤ

تعارف

از جناب ضیاؔ صاحب عظیم آبادی

جناب حکیم محمد مرزا عرف ممدو صاحب واصف ردولوی حقیقتاً آفتاب ہیں۔ کون ہے جو ان سے کسب نور نہیں کر رہا ہے۔ اگر ان کا دست شفا بیماروں کو حیات نو بخشتا ہے تو ان کا کلام بلاغت نظام مردہ دلوں کو زندگی سے ہمکنار کر کے جینے کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔ وہ صرف طبیب ہی نہیں شاعر بھی ہیں۔ یہ ایرانی النسل بزرگ ہیں۔ ان کے اجداد نیشاپور سے تشریف لائے تھے۔ طبابت ان کا خاندانی مشغلہ ہے۔ علم و فضل ان کے گھرانے کا طرۂ امتیاز ہے اور مذاقِ علم و ادب ان کی فطرت میں داخل ہے۔

حکیم صاحب موصوف نے ایک مدرس کی حیثیت سے بھی ردولی کی درسگاہ میں لوگوں کو فیضیاب کیا ہے۔ ان کے والد ماجد حکیم محمد عسکری صاحب مرحوم بھی اہل سلوک میں سے تھے اور فیض آباد ان کا آبائی و پیدائشی وطن تھا۔ فیض آباد سے آپ روسائے ردولی کے اصرار پر بسلسلۂ طبابت ردولی تشریف لائے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ حکیم ممدو صاحب کی ولادت ــــ

۶ رجمادی الثانی ۱۳۱۲ھ ہجری مطابق ۱۶ رفروری ۱۸۹۶ء کو ہوئی۔ شعروشاعری میں ان کی رہنمائی مولوی سید علی صاحب اور جناب یوسف صاحب اثر نے فرمائی۔ ہر دو اساتذہ صاحبِ کمال تھے اور حکیم صاحب کے رجحانِ طبع کو سنوارنے میں بے حد کامیاب رہے۔

یوں تو حکیم محمد مرزا صاحب واصف ردولوی جملہ اصنافِ شعر میں زورِ قلم دکھاتے رہے ہیں اور نظم و غزل و مسدس، نوحے بھی کچھ فرمائے ہیں۔ لیکن زیرِ نظر کتاب مجموعہ ہے منتخب قصائد و قطعات کا۔ قصیدہ کہنا آسان نہیں ہمارے یہاں یہ صنف عرب سے آئی ہے اور بہت کم لوگوں نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ عہدِ حاضر میں اس کے کہنے والے نایاب ہیں۔ یہ بڑی جاں فشانی اور دیدہ ریزی کا کام ہے۔ اس کے لیے مشق مطالعہ اور پختہ شعور ضروری ہے۔ بغیر ان اوصاف کے اس کا حق ادا کرنا ممکن نہیں اور حضرت واصف اسلیے لائق داد و ستائش ہیں کہ انھوں نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ قطعات کے سلسلے میں بڑی چابکدستی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ بلیغ اور عمیق مضامین چار مصرعوں میں اتنے شاعرانہ حسن کے ساتھ سموئے گئے ہیں کہ کوزے میں دریا اور قطرے میں سمندر نظر آتا ہے

بحیثیت انسان حکیم صاحب پر نظر ڈالنا اس لیے غیر ضروری ہے کہ ان کی انسانیت اغیار کے دلوں کو جیت چکی ہے۔ وہ مستقل انجمن ہیں ملنے والے، بڑے چھوٹے، مرد عورت سب ان کے شیدائی ہیں۔ خلق و مروت

کی وہ جیتی جاگتی تصویر ہیں۔
ان کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے ؏

"ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں"

ضیاء
عظیم آبادی
۸ دسمبر ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

پچھلے مجموعہ کلام کی طرح اس مجموعہ کلام کی ترتیب کی ذمہ داری بھی میرے سپرد کی گئی لیکن اپنی مصروفیت کی بنا پر کافی تاخیر ہوئی ورنہ کئی مہینے پہلے اس کو منظرِ عام پر آجانا چاہیے تھا۔ صدمہ اس بات کا ہے کہ والد صاحب کی حیات میں یہ مجموعہ شائع نہ ہو سکا۔ ۳ اگست ۱۹۸۲ء کو تقریباً ساڑھے چار بجے سہ پہر والد صاحب کا انتقال طویل علالت کے بعد ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والد صاحب قبلہ جناب حکیم محمد مرزا صاحب واصف ردولوی

کی عمر تقریباً چھیاسی سال تھی بستی کے لوگ آپ کو حکیم ممدو صاحب کے نام سے جانتے ہیں۔ عرصہ سے بیمار تھے۔ آخری وقت میں چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے۔ تقریباً صاحب فراش تھے۔ بینائی جواب دے چکی تھی لیکن سماعت بفضل خدا برقرار تھی اور آواز میں توانائی تھی گفتگو صاف آواز میں کرتے تھے۔ دماغ حاضر رہتا تھا۔ اکثر شعر و شاعری پر گفتگو کرتے رہتے تھے جو حضرات اپنا کلام اصلاح کے لیے لاتے ان کو سن کر زبانی اصلاح دیتے رہتے تھے۔ ان کے کلام میں غزلیں۔ نظمیں۔ قطعات۔ رباعیات سب ہی ہیں لیکن زیر نظر مجموعہ میں صرف مذہبی کلام شامل کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کلام کو زیور طبع سے آراستہ کرنے میں سب سے زیادہ جن صاحب کی مدد شامل ہے وہ ہیں جناب سید واجد حسین صاحب ساکن محلہ گولہ گنج لکھنؤ جو اس وقت اتر پردیش اردو اکادمی میں پرنٹنگ اسسٹنٹ ہیں۔ جن کو طباعت کے سلسلے میں کافی معلومات ہیں۔ انھیں کی زیر نگرانی کتابت اور طباعت کا سارا کام ہوا۔ اور ان کی پرخلوص کاوشوں کے نتیجے میں یہ مجموعہ کلام اس صاف ستھرے انداز میں منظر عام پر آسکا۔

جہاں تک واصف صاحب کی زندگی کا تعلق ہے آپ کا مستقل قیام تو ہمیشہ ہی قصبہ رودولی ضلع بارہ بنکی (یو پی) میں رہا۔

طبابت کا پیشہ بھی ایک ایسا پیشہ ہے کہ طبیب کا کہیں بستی کے باہر جانا ذرا مشکل ہی ہوتا ہے۔ اس لیے آپ ردولی سے باہر دوسرے شہروں میں بہت ہی کم گئے اور جہاں گئے بھی تو سخت ضرورت کے تحت یا مجبوراً کہیں جانا پڑا تو بہت ہی کم وقت کے لیے گئے۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی زندگی ردولی میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

آپ کو علمِ طب سے اتنا شغف اور اس پیشہ کی جانب اتنا خلوص تھا کہ دن و رات اسی میں کھوئے رہتے تھے۔ جب تک صحت ساتھ دیتی رہی۔ دن بھر مریضوں کو دیکھنا رات کو کتب بینی کرنا، اور اس کتب بینی کا سلسلہ رات کو دیر تک اکثر بارہ ایک بجے رات تک بھی جاری رہتا تھا۔ جو مریض ان کے زیرِ علاج رہتے تھے ان کے یہاں اکثر بغیر بلائے چلے جاتے تھے جس کے لیے فیس بھی نہیں لیتے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ اس طرح ان کے مریضوں کو دیکھنے ان کے گھر جانے میں وہی جذبۂ شوق و جستجو کار فرما رہتا تھا۔ مجھ سے اکثر والد صاحب نے کہا ہے کہ اگر مریض کو فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو اس کی تین وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو میں مرض پہچان نہیں سکا یا دوا غلط پہنچی یا پھر مریض نے خود کوئی بے اعتدالی برتی۔ بس انھیں باتوں کی کھوج میں وہ

مریضوں کے گھر خود بغیر بلائے چلے جایا کرتے تھے۔ اس شغل میں وہ اتنے کھوئے رہے کہ میں نے کبھی ان کو کسی تفریحی شغل میں دلچسپی لیتے نہیں دیکھا۔ نہ صبح کی سیر نہ شام کا ٹہلنا۔ نہ دوست احباب کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا۔ بس اگر کسی شغل سے دلچسپی تھی تو وہ طب اور شاعری تھی۔ اس محنت اور جانفشانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ طب میں آپ کی مہارت بڑھتی گئی اور ساتھ ہی ساتھ شہرت بھی بڑھی۔ دوسرے شہروں سے لوگ آپ کے پاس علاج کے لیے آنے لگے۔ آپ کو مفردات پر بڑا عبور تھا۔ مرکبات کے مقابلہ میں آپ مفردات کے ذریعہ علاج زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ حالانکہ مفردات کے ذریعہ علاج زیادہ مشکل ہوتا ہے اور اس کے لیے وسیع معلومات اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ انتقال کے کئی برس پہلے سے ہی مطب میں بیٹھنا ترک کر دیا تھا۔ لیکن جب تک صحت نے ساتھ دیا مطب میں بیٹھتے رہے۔ مریضوں کو دیکھنے کے اوقات دلچسپ تھے۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک یعنی دن میں تو دیکھتے ہی تھے رات کو بھی اگر کسی وقت کوئی مریض آگیا تو اجازت تھی کہ ان کو جگا دیا جائے۔ یوں تو صبح مطب کا وقت نماز صبح کے فوراً بعد شروع ہو جاتا تھا۔ جو طلوع آفتاب سے کچھ پہلے ہی ہوتا تھا۔ دن میں کبھی سونے کے عادی نہیں رہے۔ گرمیوں میں کبھی دوپہر

میں استراحت فرمانے کے لیے لیٹ جاتے تھے تو صرف چند منٹ کے لیے......

طب کے علاوہ اگر کوئی شوق رہا ہے تو وہ شاعری کا۔ علم طب کے علاوہ اگر کوئی کتاب ہاتھ میں ہوتی تو وہ علم عروض کی کتاب یا پھر کسی شاعر کا کلام اس کے علاوہ ردولی کے جو حضرات اصلاح کے لیے اپنا کلام لے کر آتے ان کے کلام پر اصلاح فرماتے اور ہر اصلاح کی تفصیل ضرور سمجھاتے۔ باہر سے جو لوگ اپنا کلام اصلاح کے لیے بھیجتے ان کا جواب اپنی مصروفیت کے باوجود جلد از جلد دینے کی کوشش کرتے اور طریقہ اس میں بھی وہی ہوتا کہ اصلاح کے ساتھ تفصیل ضرور لکھتے تھے اور مختلف نکات پر روشنی ضرور ڈالتے تھے۔ آپ کے پاس کتابوں کا کوئی بہت بڑا ذخیرہ تو نہیں تھا لیکن پھر بھی اس مختصر ذخیرے کو ایک چھوٹی لائبریری کا نام دیا جا سکتا ہے جس میں علم عروض کی کتابیں، مختلف شعراء کے کلام کے مجموعے۔ طب کی قدیم اور جدید کتابیں کافی تعداد میں ہیں۔

مرزا علی رضا

بی۔ ایس۔ سی (علیگ)

بیالوجی ٹیچر جُنیل ہائر سکنڈری اسکول، لکھنؤ

نعت

جس آنکھ میں بھی سرمۂ مازاغ بصر ہے
آئینۂ انوارِ خدا اُس کی نظر ہے

فخرِ رُسل و شاہِ اُمم خیرِ بشر ہے
وہ عبد جو معبود کا منظورِ نظر ہے

جتنا جسے قسمت سے ملا حسنِ نظر ہے
اتنا ہی اسے عشقِ شہِ جن و بشر ہے

مہتابِ امامت کا جو دل نور کا گھر ہے
خورشیدِ رسالت کی شعاعوں کا اثر ہے

سایہ کے نہ ہونے سے ہوا راز یہ روشن
سیرت ہمہ تن نور ہے صورت میں بشر ہے

غواصِ خرد لا نہ سکا دوسرا کوئی
یکتا یمِ قدرت کا یہ نایاب گہر ہے

محمودِ خدا ہے تو محمدؐ ہیں پیمبر
وہ سمجھیں لطافت جنھیں معنی سے خبر ہے

پھر اس سے جدائی میں ہو کیونکر کوئی ممتاز
اللہ کی جس پر بھی محبت کی نظر ہے

کیوں جسمِ محمدؐ میں ہے سایہ کا تجسس
ٹکڑا ہے یہ اس نور کا جو نور کا گھر ہے

ہے مظہرِ انوارِ خدا روئے محمدؐ
خود آئینہ کہتا ہے کوئی آئینہ گر ہے

دن عید ہے اور رات ہے میرے لئے شبرات
اب دل میں مرے آپ کی یاد آٹھ پہر ہے

جس کو کہیں صدیق و امیں جان کے دشمن
ایسا بھی بشر کوئی بجز خیرِ بشر ہے

وہ نرمیٔ گفتار کہ پتھر کو کرے موم
تاثیرِ صداقت سے زباں میں یہ اثر ہے

پستی سے بلندی جو ہے تخئیل میں واصفؔ
یہ صاحبِ معراج کی مدحت کا اثر ہے

نعت

چمن رشکِ جنت فضا دیکھ لیتے
دیارِ حبیبِ خدا دیکھ لیتے

مجسم دلی مدعا دیکھ لیتے
گدا بابِ شاہِ ہدیٰ دیکھ لیتے

درِ شاہِ دیں پر اگر موت آتی
مزا زندگی کا گدا دیکھ لیتے

نہ پھر دیکھتے آمنہ ماہِ کنعاں
جو حسنِ رسولِ خدا دیکھ لیتے

سفر ہے طویل اور زادِ سفر کم
خدارا سوئے بے نوا دیکھ لیتے

لقب آپ کا رحمت العالمیں ہے
بہ رحمت بجائے خدا دیکھ لیتے

کلامِ نبی میں کبھی شک نہ ہوتا
جو قرآں میں قولِ خدا دیکھ لیتے

حبیبِ خدا جانِ کر کہہ رہا ہوں
مری سمت یا مصطفیٰ دیکھ لیتے

الٰہی جو بابِ الحوائج ہے ہم بھی
وہی بابِ حاجت روا دیکھ لیتے

غلام آپ کا لوگ کہتے ہیں مجھکو
مری سمت آقا ذرا دیکھ لیتے

خدائی میں جو کچھ ہے سب آپ کا ہے
ذرا ہم بھی شانِ عطا دیکھ لیتے

خدا کو کریں سجدہ یا بت پرستی
بشر کاش اچھا بُرا دیکھ لیتے

دلِ دردمند آپ پہ کھلتے ہیں مولا
سوئے مبتلائے بلا دیکھ لیتے

بسر یوں کرے آپ کا ہو کے واصفؔ
شہِ دیں بسوئے گدا دیکھ لیتے

نعت

جسے ہے عشق ختم المرسلیں سے
وہ فارغ ہے غمِ دنیا و دیں سے

محمد جب نہ تھے دنیا تھی تاریک
ضیا پھیلی اسی مہرِ مبیں سے

خدا نے یوں کیا بندوں کو آگاہ
گمان و وہم کو بدلا یقیں سے

مخاطب کون ہے بجز ذاتِ احمد
خطابِ رحمۃ للعالمیں سے

ہزار آزادیاں ان پر نچھاور
جو وابستہ رہے حبل المتیں سے

شبِ معراج اس منزل پہ پہنچے
نہ جو طے ہو سکی روح الامیں سے

یہی ہے فخر کیا کم جس کو دشمن
مخاطب خود کریں صادق امیں سے

تمام آزاد طالب اک نظر کے
اسیرِ حلقۂ حبل المتیں سے

ہوئی قطروں سے خلقت انبیا کی
پسینہ جو گرا تیری جبیں سے

کسی کا ذکر کیا جب تو ہے ممتاز
ملائک انبیاء و مرسلیں سے

نبی حسنِ عمل اُمّی کی باتیں.....
ہوئیں تعبیر قرآنِ مبیں سے

کہاں تھا طرۂ دستارِ احمد
قدم جب مس ہوئے عرشِ بریں سے

مبارک واصفِ عاصی مبارک
توسّل رحمۃ للعالمیں سے

خمسۂ نعتیہ

آئی بہار دامنِ رحمت لیے ہوئے موجِ نسیم موجِ حقیقت لیے ہوئے
ہر ہر گلی ہے شمعِ ہدایت لیے ہوئے پھولے ہیں پھول رنگِ محبت لیے ہوئے
غنچے دہن میں وعدۂ جنت لیے ہوئے

سرسبز مثلِ پھولوں کے اب ہے گیاہ بھی کانٹوں پہ کفر کا نہ کرد اشتباہ بھی
اب ہو گی بند ظلم کی ہر ایک راہ بھی ہاں ہو گا شور صلی علی لا الہ بھی
سب بلبلیں ہیں جوشِ ہدایت لیے ہوئے

جوشِ نمو کے فیض سے گلبن بنے ہیں خار دشت و جبل ہے روکشِ تنویرِ لالہ زار
باغِ جناں پہ رونقِ باغِ جہاں نثار آئی ہے ایسی شان سے اس مرتبہ بہار
شادابی و نضارت و نزہت لیے ہوئے

کانٹے جہاں بچھے ہوئے تھے اب وہاں ہیں پھول جوشِ نمو کے فیض سے کرڈیں جواں ہیں پھول
بھولے جفا کو بلبلوں پر مہرباں ہیں پھول غنچے جو مسکراتے ہیں خندہ زناں ہیں پھول
آغوش میں فضا ہے مسرت لیے ہوئے

فاراں کی چوٹیوں سے ابلتی ہے جوئے نور — پھیلی ہوئی ضیا ہے زمانے میں دور دور
ہونے کو ہے جو قدرتِ معبود کا ظہور — آنکھیں لڑائے بیٹھا ہے ہر ایک ذی شعور

دل میں وفورِ شوقِ زیارت لیے ہوئے

لو آگ جل بجھی کہیں کا نیا کوئی محل — بت آپ ٹوٹے جاتے ہیں گر گر کے منہ کے بل
بیٹھا ہوا ہے حق کا زمانہ میں یوں عمل — باطل پرست روتے ہیں راحت میں ہے خلل

خنداں ہیں حق پرست مسرت لیے ہوئے

گریاں ہیں ظلم و جور ہوا عدل آشکار — شہباز حق کے آتے ہی باطل ہوا شکار
روتا ہے پھوٹ پھوٹ کے ابلیس نابکار — وہ آگیا زمانہ میں تھا جس کا انتظار

زورِ شکستِ کفر و ضلالت لیے ہوئے

صلِ علیٰ کا شور ہو محفل ہے کیوں خموش — فرطِ خوشی میں کھوئے گئے کیا حواس و ہوش
مدت سے جس کے واسطے تھے وقفِ چشم و گوش — مژدہ ہوا آگیا وہ ضیا پاش و نور پوش

ظلمت کدہ میں شمعِ ہدایت لیے ہوئے

مطلع

پشتی پہ مہرِ ختمِ نبوت لیے ہوئے — قبضہ میں دو جہان کی عزت لیے ہوئے
اسریٰ بعبدہٖ کی بھی رفعت لیے ہوئے — امت کا دل میں درد محبت لیے ہوئے

یعنی کہ سر پہ تاجِ شفاعت لیے ہوئے

رفعِ شکوک کے لیے حجت لیے ہوئے (مطلع) شق القمر کی اک کھلی آیت لیے ہوئے

بالائے دوش مہرِ نبوت لیے ہوئے
بر میں قبائے زہد و عبادت لیے ہوئے

قرآنِ پاک بہرِ ہدایت لیے ہوئے

مُدّثر ایک چادرِ پرنور زیبِ تن
مزّمل اس پہ خلعتِ محبوبِ حق حسن
یٰسین کا تاج فرق پہ طٰہٰ کا پیرہن
ما ینطق کا سہرا ہے زیبِ سرِ سخن

وحیِ خدا ہے قول، صداقت لیے ہوئے

آدم سے تا بہ عیسیٰ دوراں کوئی نہیں
پیغمبروں میں آپ سا ذیشاں کوئی نہیں
محبوبِ رب ہیں خاصۂ یزداں کوئی نہیں
وجہِ بنائے عالمِ امکاں کوئی نہیں

واللہ ہے یہ قول حقیقت لیے ہوئے

ایسا جہاں میں صاحبِ تاج و نگیں نہیں
بندوں میں کوئی اتنا خدا سے قریں نہیں
خادم کسی کا دہر میں روح الامیں نہیں
اتنا کسی سے عشقِ جہاں آفریں نہیں

بھیجا جبھی تو آپ کو رحمت لیے ہوئے

کس کا ہے نور نورِ خداوندِ دو جہاں
پھیلی ہوئی ہے کس کی ضیا تا بہ لامکاں
ہے پست کس کے اوج سے کرسیِ آسماں
کونین میں ہے کس کا بلند اتنا آستاں

قدسی ہیں در پہ حسرتِ خدمت لیے ہوئے

قبضے میں کس کے جام سے سلسبیل ہے
کس پر نگاہِ رافتِ ربِ جلیل ہے
اپنی نظیر آپ ہے وہ بے عدیل ہے
ادنیٰ سا جس کے در کا گدا جبرئیل ہے

شوقِ حصولِ دولتِ عزت لیے ہوئے

نار و جناں کا مالک و مختار کون ہے   محشر میں داوری کا سزا وار کون ہے
مشکل میں عاصیوں کا مددگار کون ہے   امت کی مغفرت کا طلب گار کون ہے
سبط جگر کا سر یہ قیمت لیے ہوئے

عاصی بلائے جائیں جو داور کے سامنے   فرد عمل ہو خالق اکبر کے سامنے
کرکے اشارے حیدر صفدر کے سامنے   جائیگا روز حشر پیمبر کے سامنے
واصف بھی چشم لطف کی حسرت لیے ہوئے

خمسۂ نعتیہ

دیوانہ نہیں والۂ و شیدائے محمدؐ — بے کیف نہیں سر خوشِ صہبائے محمدؐ
ناکام نہیں طالبِ سودائے محمدؐ — بے راہ نہیں بادیہ پیمائے محمدؐ
گم گشتۂ منزل نہیں جویائے محمدؐ

جو لوگ نظر رکھتے ہیں ان پر ہے نمایاں — یہ راز نہیں ہے کوئی جو رہ سکے پنہاں
اس بات سے واقف ہے ہر اک صاحبِ ایماں — شاہد ہے مرے قول کا سلماں سا مسلماں
گم گشتۂ منزل نہیں جویائے محمدؐ

ظلم و ستم و جور و جفا آٹھ پہر ہے — پھر بھی وہی اظہارِ وفا آٹھ پہر ہے
جویائیِ مرضیِ خدا آٹھ پہر ہے — امت کی بھلائی کی دعا آٹھ پہر ہے
دنیا سے انوکھی ہے تمنائے محمدؐ

جب روزِ حساب آئے پریشان ہوں گھبرائیں — زہاد ڈریں پرسشِ اعمال سے شرمائیں
پہنچیں یہ فرشتے مجھے جس وقت کہ لے جائیں — بہکی ہوئی باتیں مری رحمت کو پسند آئیں
تاثیر دکھا نشۂ صہبائے محمدؐ

ساقی سے کہوں گا سرِ محشر دمِ تقسیم | تخصیص کا موقع ہو تو لازم نہیں تعمیم
مجبور ہوں کس طرح پسند آئے نہ ترمیم | بیکار ہے اب جامِ مئے کوثر و تسنیم
ہے پیشِ نظر نرگسِ شہلائے محمدؐ

ایثار و وفا خلق کرم صبر قناعت | انعام عطا فیض سخا عفو فتوت
ہے حاملِ انوار شرف صورت و سیرت | غرقِ یمِ حیرت [illegible] جلووں کی ہے کثرت
ہر محو جمالِ رخِ زیبائے محمدؐ

موسیٰ کی حدِ اوج ہے تا منزلِ سینا | بس تا بہ سرِ چرخِ چہارم گئے عیسیٰ
جز ذاتِ خدا کون سمجھ سکتا ہے رتبہ | کیا جانے کہاں طرۂ دستارِ شرف تھا
جب عرشِ بریں سے ہوئے مس پائے محمدؐ

تاخیر ہے اب بند نہیں ساقی ستم و جور | ہاں کیوں ہے تامل کوئی وقت آئیگا کیا اور
ہو بزم میں سامان مسرت کا بہر طور | محفل میں مئے نعت کے شاعر کا چلے دور
بیٹھے ہوئے ہیں مستِ تولائے محمدؐ

گو راز نہ تھا طور پہ جو کچھ نظر آیا | سمجھے نہ ذرا طور پہ جو کچھ نظر آیا
دیتا ہوں بتا طور پہ جو کچھ نظر آیا | موسیٰ بخدا طور پہ جو کچھ نظر آیا
تھا جلوۂ نورِ رخِ زیبائے محمدؐ

بیکار ہے میرے لیے ہر صورتِ خوشتر | جمتا ہی نہیں نقش کسی چیز کا دل پر
یہ مان لیا میں نے کہ دلچسپ ہے منظر | کیا دیکھوں سوادِ شبِ قدر آنکھ اٹھا کر
ہے پیشِ نظر زلفِ دل آرائے محمدؐ

مسجودِ ملائک کیا آدم کو اسی نے　　اعجاز دیا عیسیِٰ مریم کو اسی نے
بخشا ہے علوِ عرشِ معظم کو اسی نے　　دوزخ سے بچایا ہے فقط ہم کو اسی نے
کس طرح رہیں دل سے نہ شیدائے محمد

عاصی نگہِ لطف و کرم کا ہے سزاوار　　رحمت تری خود ڈھونڈتی پھرتی ہے گنہگار
غفار ہے تو عفو کا تجھ سے ہوں طلبگار　　سنتا ہوں محمد کو بہت کرتا ہے تو پیار
واصف یہ کبھی ہو رحم بہ ایمائے محمد

خمسۂ نعتیہ

آنکھوں میں نورِ دیدۂ بینا لیے ہوئے — پہلو میں قلب حوصلہ افزا لیے ہوئے
سر میں جنونِ عشق کا سودا لیے ہوئے — پیروں میں زورِ بادیہ پیما لیے ہوئے
نکلا ہوں تجھ کو ڈھونڈھنے کیا کیا لیے ہوئے

وہ دل جو تیری یاد میں خود کو بھلائے ہے — وہ دل جو تیری راہ میں خود کو مٹائے ہے
وہ دل جو حبِّ غیر سے منھ کو پھرائے ہے — سینہ سے داغِ عشق ترا یوں لگائے ہے
جس طرح جامِ کف ہو پیاسا لیے ہوئے

جی بہلے بزمِ عیش کی کیا واہ واہ میں — ملتا ہے کچھ مزہ بھی تو شیون میں آہ میں
دنیائے حسن خاک سمائے نگاہ میں — مضطر ہوں ایک غیرتِ یوسف کی چاہ میں
صد اضطرابِ قلبِ زلیخا لیے ہوئے

دامانِ دل میں حشرِ تمنا لیے ہوئے — قطرہ میں ایک شورشِ دریا لیے ہوئے
مجموعۂ خیال کو یکجا لیے ہوئے — مجنوں صفت تصورِ لیلیٰ لیے ہوئے
پھرتا تھا اضطراب کی دنیا لیے ہوئے

چھانی جو خاک گوہرِ شہوار مل گیا — جذبِ دلی سے کوچۂ دلدار مل گیا
رشکِ جناں نصیب سے گلزار مل گیا — بیکس کا بے دیار کا غمخوار مل گیا
تا حشر لطف و عیش کا مژدہ لیے ہوئے

یوں خوش ہوا میں کوچۂ دلدار دیکھ کر — رحمت کو جیسے کوئی گنہگار دیکھ کر
عیسیٰ کو جس طرح کوئی بیمار دیکھ کر — سر رکھا آستانِ درِ یار دیکھ کر
صد اشتیاق عرضِ تمنا لیے ہوئے

وجہِ بنائے ارض و سما اک نظر اِدھر — للہ اے حبیبِ خدا اک نظر اِدھر
بے یار و آشنا ہوں ذرا اک نظر اِدھر — ہوں زندگی سے اپنی خفا اک نظر اِدھر
آ زخمِ دل کے واسطے پھاہا لیے ہوئے

بخشا خدا نے رحمتِ عالم لقب تمہیں — ایجادِ دو جہاں کا بنایا سبب تمہیں
تسلیم کر رہے ہیں نبی با ادب تمہیں — بعدِ خدا بزرگ سمجھتے ہیں سب تمہیں
کب یہ یقین ہیں ہمیں تنہا لیے ہوئے

واصف بلند رتبے کی رفعت گواہ ہے — معراج کے لیے لبِ قدرت گواہ ہے
اسریٰ بعبدہ کی حکایت گواہ ہے — یعنی کلامِ پاک کی آیت گواہ ہے
قرآن یوں ہے مدح کا دریا لیے ہوئے

قصیدہ در نعت نبی صلعم

یہ زندگی تھی موت کا ساماں مرے لیے — ہے یاد تیری زیست کا عنواں مرے لیے

دکھلا کے اک جھلک جو مجھے دے گئے ہیں آپ — اس زلزلہ کا بھی ہے کوئی درماں مرے لیے

دیوانگی کو وہ مری کر لیں پسند کاش — ہو فالِ نیک، چاکِ گریباں مرے لیے

کیوں دل نہیں دیا گیا بے آرزو مجھے — کیوں خلق کر دیے گئے ارماں مرے لیے

دل دے کے حکم بس رہے اک میری آرزو — خود ہی بنائے سیکڑوں ارماں مرے لیے

شادی ہے نزع آمدِ احباب ہے شروع — ہونے کو ہے برات کا ساماں مرے لیے

مشکل کوئی ہو آپ کو مشکل نہیں مگر — آسان کام بھی نہیں آساں مرے لیے

دشوار تر ہے رشتۂ الفت کا توڑنا — کٹنا رگِ گلو کا ہے آساں مرے لیے

تابِ نظر مری سی کوئی لائے تو سہی — کیوں ہو نہ وقفِ جلوۂ جاناں مرے لیے

ساحل نہیں عزیز تلاطم پسند ہوں — ہے ایک کھیل جوششِ طوفاں مرے لیے

جب تک نہ غرق ہو گی مری کشتئ حیات — بحرِ جہاں میں آئیں گے طوفاں مرے لیے

رونے پہ میرے کون یہ موقع ہنسی کا ہے — جب خود بنائے دیدۂ گریاں مرے لیے

ہنگامِ نزع بھول گئے آپ اگر کہیں — ہوں گی عذاب موت کی گھڑیاں مرے لیے

وعدہ کیا ہے نزع میں آنے کا آپ نے — غمگیں ہوں لے کے آیئے خوشیاں مرے لیے

شاہی ہے مجھ کو آپ کے کوچہ میں فرشِ خاک
کس کام کا ہے تختِ سلیماں مرے لیے

دیکھا نہ منھ سحر کا مری شامِ ہجر نے
کام آئی کچھ نہ گردشِ دوراں مرے لیے

دنیا خلاف ہے تو رہے کوئی غم نہیں
کافی ہے ایک رحمتِ یزداں مرے لیے

نعتِ رسولِ پاک میں رہتا ہوں شعر بار
ہوتی ہے روز بارشِ عرفاں مرے لیے

اس کی زبانِ صدق سے سنیئے اب اس کا حال
اس کے بیاں کا خود نہیں امکاں مرے لیے

اعزاز و فخر کے لیے ساماں مرے لیے
پیدا کیے سرور کے عنواں مرے لیے

ابداعِ عرش و کرسی و فرشِ زمیں فلک
ماہ و نجوم و مہرِ درخشاں مرے لیے

زہرہ زحل عطارد و مریخ و مشتری
ماہِ منیر و نیّرِ تاباں مرے لیے

انس و جن و وحوش و طیور و ملائکہ
سب کو بنایا تابعِ فرماں مرے لیے

پست و بلند دہر کا سب وقف کر دیا
کہسار و باغ و راغ و گلستاں مرے لیے

نہرِ لبن و کوثر و تسنیم و سلسبیل
یعنی تمام روضۂ رضواں مرے لیے

تخصیص خشک و تر ہی نہیں محض بلکہ ہیں
کل بر و بحر و باغ و بیاباں مرے لیے

اللہ رے اہتمام ملائک کو حکم ہے
سجدہ کریں تو شان کے شایاں مرے لیے

تقسیم خلد و نار کی بھی سونپ دی مجھے
کیا کچھ یہ کم شرف کا ہے ساماں مرے لیے

باقی نہ رہتا ایک بھی ذی روح جز جماد
بنتا نہ گل کدہ جو بیاباں مرے لیے

جو کچھ جہاں یہاں ہے یہ میرا ہی فیض ہے
حق نے بسایا خانۂ ویراں مرے لیے

کہتم عدم سے لانا تھا بزمِ شہود میں
تفریحِ طبع کے کیے ساماں مرے لیے

میں نورِ اولینِ خدائے قدیم ہوں
تعیینِ وقت کا نہیں امکاں مرے لیے

بے آب و بے گیاہ تھا صحنِ چمن تمام
اس کو بنایا رشکِ گلستاں مرے لیے

شاداب لالہ و گل و ریحاں سے بھر دیا
بھیجی خزاں میں فصلِ بہاراں مرے لیے

تھا میرا نور خلقتِ آدم سے پیشتر
میں دیکھتا تھا جو ہوا عنواں مرے لیے

مفہوم سجدہ میں ہی تھا آدم کے واسطے
پردہ تھی ان کی خلقتِ ذیشاں مرے لیے

نظارۂ جمال کی لاتا نہ کوئی تاب
ٹھہری یہ تب مشیتِ یزداں مرے لیے

بزمِ جہاں میں آؤں میں ایک آدمی کی طرح
تجویز کر دی پوششِ انساں مرے لیے

باطل پرستیاں تھیں جہالت کے دور میں
تعلیمِ حق کا ہو گیا فرماں مرے لیے

لاکھوں معلم آئے مگر ہو سکا نہ کام
مخصوص تھا یہ کارِ نمایاں مرے لیے

آیا جو میں تو آتے ہی دنیا سنوار دی
یہ بھی تھا فضلِ خالقِ سبحاں مرے لیے

پھر پائے حق سے کفر کے سر کو کچل دیا
دشوار جو تھا ہو گیا آساں مرے لیے

واصفؔ ثنا و نعت سے ہے اصرارِ سامعین
کارِ اہم کو سمجھے ہیں آساں مرے لیے

آساں نہیں ہے نعت کا عنواں مرے لیے م
مشکل ہے لکھنا دوسرا قرآں مرے لیے

نورِ خدائے پاک محمدؐ کی شکل میں
ظلمت کدہ میں شمعِ فروزاں مرے لیے

وردِ درود چاہیے ہر آں مرے لیے م
کب اور کچھ ہے تحفہ کا امکاں مرے لیے

حسرت ملائکہ کو ہے انساں ہوئے نہ ہم
بھیجا خدا نے جن کے وہ انساں مرے لیے

ہوتا نہ یہ جو رہبرِ ایماں مرے لیے
ممکن نہیں تھی منزلِ ایقاں مرے لیے

تاریک دل کو نورِ ہدایت سے بھر دیا
کیوں ہو نہ رشکِ نیرِ تاباں مرے لیے

جھیلے ہیں رنج و غم مری راحت کے واسطے
جو کچھ ہیں تیرے دل میں ہیں ارماں مرے لیے

دی زندگی میں دولتِ دیں بعدِ مرگ خلد
کیا کیا کیے ہیں عیش کے ساماں مرے لیے

پوری حیات کاٹ دی فاقہ میں فقر میں
کر دیں تمام لذتیں قرباں مرے لیے

دنیا کی ذلتیں سہیں جھیلیں مصیبتیں
عزت کے فخر کے کیے ساماں مرے لیے

تجھ سا نہ ہو جو شافعِ محشر خدا گواہ
دشوار تھا نجات کا امکاں مرے لیے

بے وحیِ حق زباں نہ کھلے جب تو کیوں نہ ہو
ہر بات تیری آیتِ قرآں مرے لیے

مشکل یہ آ پڑی کہ حبیبِ خدا ہے تو
کب تجھ سے دوستی کا تھا امکاں مرے لیے

لیکن سنا ہے دوست کا بھی دوست دوست ہے
یہ بن گیا ہے زیست کا عنواں مرے لیے

جز مرگ ہر مرض کی شفا کا ہے ذمہ دار
لایا ہے تو وہ نسخۂ قرآں مرے لیے

افسوس مرتے مرتے نہ بیٹھا سکون سے
تا زندگی پھرا ہے پریشاں مرے لیے

بے چین خود تھا اپنے دلِ دردمند سے
اور ڈھونڈتا تھا درد کا درماں مرے لیے

دونوں جہاں میں میری مسرت کی فکر میں
دن رات تو رہا کیا گریاں مرے لیے

تیرا وجود رحمتِ عالم ہے لاکلام
عصیاں سے ہے نجات کا ساماں مرے لیے

تعظیم اپنی بیٹی کی کرتا نہیں تھا تو
گویا خموشیوں میں تھا فرماں مرے لیے

دختر کشی کی رسم مٹانے کی فکر میں
یہ بھی تھا ایک درس کا عنواں مرے لیے

دختر کشوں کو نفس کشی کا سبق دیا
در اصل تو ہے رحمتِ یزداں مرے لیے

واللہ اس عنایت و رافت کا فیض ہے کا
دشوار ہے تشکرِ احساں مرے لیے

کونین کی ہیں مشکلیں آساں مرے لیے م
عترت نبی کی ہے مع قرآں مرے لیے

تو بھی مجھے عزیز ترے اہلِ بیت بھی
دونوں سے ہے نجات کا امکاں مرے لیے

کافی جنھیں کتابِ خدا ہے وہ اور ہیں
بے اہلِ بیت ہیچ ہے قرآں مرے لیے

تجھ پر جلی ہیں دل میں جو مخفی ہیں حسرتیں
گو اسکوں کہاں ہے یہ امکاں مرے لیے

ہر اک کو رشک آئے کہ واصف ہوں میں ترا
اس طرح کر سرور کا ساماں مرے لیے

ہے بزمِ نعت دور ہے پیہم درود کا
خالق سے اب دعا کا ہے امکاں مرے لیے

اپنے حبیبِ پاک کے صدقے میں اے کریم
ہو دردِ جاں گداز کا درماں مرے لیے

بحرِ تفکرات میں ہے کشتیِ حیات
ہر قطرہ ہے بنا ہوا طوفاں مرے لیے

چشمِ کرم کے ایک اشارے کی دیر ہے
ہو موج موجِ امن کا داماں مرے لیے

"شبِ معراج کے موقع پر"

صرف واصف ہمیں مسرور نہیں آجکی رات
کس طرح شاد ہیں جبریل امیں آجکی رات

فیض نزہت سے ہے مکہ کی زمین طیب
رو کش گلشنِ فردوس بریں آجکی رات

از زمیں تا بہ فلک نور سے مملو ہے فضا
ضو فشاں کوئی تو ہے شمع مبیں آجکی رات

چشمِ اعمیٰ کو نظر آتا ہے ذرہ ذرہ
سچ تو یہ ہے کوئی ناکام نہیں آجکی رات

منظرِ روح فزا کا ہے تقاضا پیہم
ہاں لٹا بیٹھے نقدِ دل و دیں آجکی رات

بزمِ امکاں میں جسے دیکھئے ہے مست و سرور
اب نہیں کوئی بھی غمگین و حزیں آجکی رات

بن گیا ہے برکتِ احمدِ مختار کا ذکر
مہبطِ رحمتِ خالق ہے زمیں آجکی رات

ہر طرف صلِ علیٰ صلِ علیٰ کا ہے جو شور
ہیں گنہگار بھی رحمت سے قریں آجکی رات

اس لیے رات کو چمکا نہ کبھی دن کے سوا
دل میں سمجھے ہوئے تھا مہر مبیں آجکی رات

شرم سے منہ نہ دکھاتا کسی عنوان کبھی
دیکھتا نور فشاں وہ جو کہیں آجکی رات

رات ہی رات رہا کرتی نہ ہوتا کبھی دن
کل کی کہلاتی نہ دنیا میں کہیں آجکی رات

چپہ چپہ پہ گماں گلشنِ فردوس کا ہے
رشکِ گلزار ہے بطحا کی زمیں آجکی رات

حسنِ دیدارِ محمد سے مشرف ہوں گے
کس طرح شاد نہ ہوں عرش نشیں آجکی رات

سرزمینِ دلِ عاشق پہ اگر فخر کرے
کیا عجب مسجدِ اقصیٰ کی زمیں آجکی رات

قدم پاک سے اس کو تو سرفراز کیا — حسرتیں اس میں تڑپتی ہی رہیں آج کی رات

مانگنا چاہو جو کچھ مانگ لو آصف حق سے — سجدۂ شکر میں ہاں رکھ دے جبیں آج کی رات

متحد دل سے رہیں تا بہ حیات اے خالق — جمع ہیں جتنے یہاں اہلِ یقیں آج کی رات

دن کو بھی یوں نہیں مسلماں سے مسلماں پیش آئیں
باتیں جس لطف سے آپس میں رہیں آج کی رات

قصیدہ در مدح جناب معصومہ صلوات اللہ علیہا

پھر فصل بہار آئی ہے پھر رنگ نیا ہے — بدلی ہوئی گلزار زمانہ کی ہوا ہے
گھنگھور گھٹا چھائی ہے اور سرد ہوا ہے — رند ایک طرف شیخ بھی پینے پہ تلا ہے
مستی میں ہر اک مرغ چمن نغمہ سرا ہے — م — گلشن میں عجب طرح کا گل آج کھلا ہے
بارش سے ہوا رنگ چمن اور دوبالا — گل پھولے ہیں ہر سمت تو سبزہ بھی ہرا ہے
ہے رنگ گلستان جہاں دم سے ہمارے — ہر بار چٹکنے میں یہ غنچہ کی صدا ہے
پھولے نہیں جامہ میں سماتے ہیں جو اپنے — ہے جوش نمو مسکی ہر اک گل کی قبا ہے
غنچہ کی گرہ بادِ صبا کیوں نہ ٹٹولے — زردار ہے وہ فضل خدا سے یہ گدا ہے
یہ فیض طراوت ہے کہ ہے قدرت داور — رشک گل تر باغ میں ہر خار بنا ہے
رندانِ قدح نوش چلے سوئے گلستاں — سچ ہے کہ اسی دور میں پینے کا مزا ہے
بہکی ہوئی باتیں یہ مناسب نہیں واصف — اب مدح میں مطلع کوئی پڑھئے تو بجا ہے
اس ذات کا ثانی کوئی دنیا میں بھلا ہے — م — جس کو لقب انیسہ حورا کا ملا ہے
وہ فاطمہ جو چادر تطہیر کی مالک — خالق نے جسے اپنی کنیزی میں چنا ہے
دو شبر و شبیر پسر ایسے کہ جن کو — سردار جوانانِ جناں حق نے کیا ہے
زہد ایسا کہ عمر آسیہ سائی میں بسر کی — لاکھوں کا درم جس کی شہادت پہ تلا ہے
دنیا میں رہے عزت و توقیر سے واصف — خالق سے فقط اتنی دعا صبح و مسا ہے

قصیدہ در مدح جناب فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا

نہ ہو وہ زندگی گتنی نہ اک دن بھی مسرت میں
نہ ہوتی جانفزا لذت اگر درد محبت میں

غم دوراں نہیں رلوا سکا اہلِ محبت کو
انھوں نے کی بسر ہنس کھیل کے ہر اک مصیبت میں

یہ وہ جوہر ہے جس سے آدمی انسان بنتا ہے
اسی نے چار چاند آ کر لگائے آدمیت میں

محبت جسنے کی دنیا سے یا دنیا کی عشرت سے
تو اس نے آپ ہی کوشش کی خود اپنی ہلاکت میں

محبت حسنِ فانی کی ہے فانی اور صلہ دوزخ
محبت جلوۂ باقی کی پہونچاتی ہے جنت میں

وہ خوش قسمت ہے جسنے لو لگائی اپنے خالق سے
جھکایا سر بصد عجز و نیاز اسکی عبادت میں

خدا نے بھی فضیلت دی اسے پھر عام بندوں پر
بھلا بیٹھا جو خود کو ہر طرح اسکی محبت میں

جو ایسا ہو وہ لے فضل و شرف خلاقِ عالم سے
نہیں ذرہ برابر فرق کوئی مرد و عورت میں

خدا کے عبدِ صالح برگزیدہ مرد بھی دیکھے
سوا پایا نبیٔ آخری کو ہر فضیلت میں

نساء عالمین ذی شرف میں بھی نہیں پائے
جناب سیدہ جیسے فضائل ایک عورت میں

علاوہ وصف معصومہ میں واصف منتخب مطلع
کہ جو ہے شان کے شایاں بھی اور بے مثل ندرت میں

خلاصہ سب جنت کا ہوا ہے صرف طینت میں (م)
جناب فاطمہ کیا منفرد ہیں بزم خلقت میں

نماز پنجگانہ، نافلہ، صوم و نمازِ شب
رہیں آٹھوں پہر مصروف خالق کی عبادت میں

اگر چکی کے باعث ہاتھ میں دیکھے کبھی چھالے
ہوئیں مسرور اضافہ جانکر خالق کی رحمت میں

فراخی ہمہ چشمی سے کیا، لیکن سیر بھوکوں کو
گزاری خندہ پیشانی سے پوری عمر عسرت میں

دمِ افطار دے دیں روٹیاں خود پی لیا پانی
خدا کا شکر کرکے ہو گئیں مصروف طاعت میں

جو اپنے نفس پر ترجیح دے دنیا میں غیروں کو
بھلا ایسی قوتِ ایثار کب ہر اک کی قسمت میں

سوائے شکر شکوہ کا خیال آیا نہ بھولے سے
اسے بھی وہ برا سمجھیں محبت کی شریعت میں

بتول و طاہرہ زہرہ و عذرا، مریم الکبریٰ
سوا ان کے ہیں اسماء اور بھی فضل و طہارت میں

یہی خیر النساء، صدیقہ و معصومۂ عالم
زنانِ اولین و آخرین سے بڑھ کے عزت میں

خدا کے نام کے ہیں ہم عدد القابِ معصومہ
زباں کیا کھول سکتا ہے کوئی انسان مدحت میں

ثبوت اس سے بڑا پاکیزگی کا اور کیا ہوگا
کلام اللہ ہے رطب اللسان انکی طہارت میں

دمِ طاعت جبینِ پاک سے وہ نور ابلتا تھا
کہ ہو جاتے تھے اہلِ شہر سارے غرقِ حیرت میں

مدینہ کے در و دیوار روشن ہو کے رہتے تھے
جنابِ فاطمہ زہرا ہیں محرابِ عبادت میں

کسی پہلو سے دیکھو امتیازی شان روشن ہے
ملا سکتی ہے آنکھیں کون عورت انسے عزت میں

نبیؐ بابا، ولی شوہر، پسر سردارِ جنت کے
جنابِ فاطمہ کیا منفرد ہیں بزمِ خلقت میں

نبیؐ جننے ہوئے سب کی گرامی قدر ہیں مائیں
ہے اس نسبت سے انکی ماؤں کا حق بھی فضیلت میں

کوئی عورت نہیں انکی سی ماں گیارہ اماموں کی
جنابِ فاطمہ کیا منفرد ہیں بزمِ خلقت میں

انھیں گیارہ اماموں میں سے ہے اک آج بھی قائم
خدا چاہے تو ظاہر ہوگا وہ قربِ قیامت میں

نبیؐ غیرِ نبیؐ دیکھا نہیں ایسا پدر کوئی
رہے جو منہمک اولاد کی تکریم و عزت میں

حبیبِ کبریا، فخرِ رسل، تعظیم پر نازاں
جنابِ فاطمہ کیا منفرد ہیں بزمِ خلقت میں

انھیں کی ذات سے دینِ محمدؐ رہ گیا قائم
دیا شبیرؑ سا فرزند کام آیا جو نصرت میں

نہ دینِ مصطفےٰ ہوتا نہ اس کے ماننے والے
اگر شرکت نہ ہوتی انکی احیاءِ شریعت میں

صفاتِ پاک اتنے ایک عورت میں نہیں ممکن
جنابِ فاطمہؑ کیا منفرد ہیں بزمِ خلقت میں

رہا کیں ہر نفس پیشِ خدا گریاں عبادت میں (دم)
کچھ ایسا خوفِ محشر تھا دلِ خاتونِ جنت میں

دمِ طاعت بخوفِ حق کچھ اس انداز سے رونا
بلک کر جیسے کوئی رو دے شدت کی اذیت میں

پسند آتا انھیں کیا ظاہری سامانِ آرائش
خدا والے کبھی الجھے ہیں کبھی دنیا کی زینت میں

جنابِ فاطمہؑ اپنی کنیزِ خاص کا صدقہ
چھڑا کر نارِ دوزخ سے جگہ دے باغِ جنت میں

شریکِ بزمِ مدحت آج جو حضار بیٹھے ہیں
ہم انکے ساتھ کل ہنس ہنس کے ٹہلیں باغِ جنت میں

تصدق میں انھیں کے اے خدا آصف کو بھی دیدے
سکونِ قلبِ مضطر اور استغنا طبیعت میں

قصیدہ در منقبت جناب علی ابنِ ابی طالبؑ

کہاں تک جفائیں کوئی کہہ دے چرخ گرداں سے
ذرا کر خوف ناداں دل جلوں کی آہِ سوزاں سے

بھلا کیا فائدہ گر چاک کر ڈالا گریباں کو
نہ الجھے ہاتھ جب تک لے جنوں تارِ رگِ جاں سے

لیا کرتا ہے دادِ حسن تیرا چہرۂ روشن
کبھی ماہِ منور سے کبھی مہرِ درخشاں سے

ترے آوارگانِ عشق مثلِ نکہتِ گل ہیں
ادھر فصلِ بہار آئی ادھر نکلے یہ زنداں سے

تصور میں کسی کے گریۂ خونیں سے شاداں ہوں
مرے دامن کو نسبت ہی نہیں فصلِ بہاراں سے

پڑا پھرتا ہوں تیری جستجو میں مثلِ بوئے گل
محبت ہے مجھے گل سے نہ دلچسپی گلستاں سے

تمہارے روئے روشن کو وہی بس دیکھ سکتا ہے
لڑائے عمر بھر آنکھیں جو خورشیدِ درخشاں سے

سرِ بالیں جو آئے ہو تماشا دیکھتے جاؤ
نہ موڑ منھ خدا کے واسطے دم بھر کے مہماں سے

نہ میں برگِ خزاں دیدہ نہ خارِ پہلوئے گل ہوں
خدایا کیوں جدا کرتے ہیں پھر مجھ کو گلستاں سے

یہ آوارہ شکستِ قلبِ مجنوں کا اثر دیکھو
اداسی آج تک لپٹی ہے ذراتِ بیاباں سے

نمودِ صبح ہے سرگوشیاں ہیں چارہ سازوں میں
جو ملنا ہے تو مل جاؤ مریضِ شامِ ہجراں سے

گریباں چاک سر پر خاک اشک آنکھوں میں بہنے دو
مجھے منظور ہے انکی خوشی اس ساز و ساماں سے

مری نظروں میں لے دستِ جنوں تب قدر ہو تیری
رہے جب چاک دامن متصل چاکِ گریباں سے

ضیائے داغِ دل نے طور پر کی جلوہ آرائی
غضب کی روشنی پھیلی چراغِ زیرِ داماں سے

سنبھل اے بے خودی پھر ہوش میں آتا ہے دیوانہ
صبا لائی ہے خوشبو کوچۂ گیسوئے جاناں سے

نقاب اٹھتے ہی پردہ فاش ہو جائیگا عالم میں
بہت نازاں نہو کہدو یہ حسنِ ماہ کنعاں سے

اگر ہو تابِ نظارہ تو آئے ہم دکھا لائیں
منور آج کعبہ ہے جمالِ شاہِ مرداںؑ سے

سنادو روح پرور مطلعٔ رنگیں تم اے آصف
جسے سن کر کہیں صلِ علیٰ سب جوشِ ایماں سے

(۴)

صبا کیا دل کے آئی ہے گلِ گلزارِ ایماں سے
معطر ہے مشامِ غنچۂ دل بوئے عرفاں سے

کلیجہ سے رسول اللہؐ کسی کو یوں لگائے ہیں
کہ جیسے زندگی میں نفس وابستہ ہو انساں سے

زہے قسمت زمانہ میں ہوا وہ ناخدا پیدا
بچایا نوح کی کشتی کو جس نے موجِ طوفاں سے

وہ آیا جسکو آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں بزمِ امکاں میں
دلِ عاشق کو پیارا ہے جو بڑھ کر اپنے ارماں سے

وہ آیا جس مسیحا کی مریضوں کو ضرورت تھی
وہ آیا دردِ دل کافور ہو گا جس کے درماں سے

قدم اس حق نما بندہ کے آئے بزمِ عالم میں
مٹے گی کفر کی ظلمت بھی جس کے نورِ ایماں سے

گرے پڑتے ہیں خود اصنام کعبہ ایک ہلچل ہے
ابھی سے کفر کو لرزہ ہے جسکی تیغِ براں سے

رہے پیوستہ جنبش ابروؤں کو بس اسی صورت
گلے کفار کے کٹتے رہیں شمشیرِ عریاں سے

شبِ معراج جس سے تھی تسلی قلبِ مضطر کی
وہ آیا جس نے کی تھی گفتگو محبوبِ یزداں سے

وہ آیا جو گنہ گاروں کو اک دن بخشوائے گا
وہ آیا رحمتِ خالق ہے مطلب جسکے داماں سے

وہ آیا حسن میں جو رشکِ خوبانِ دو عالم ہے
زیارت کو نہ کیوں کر آئیں حوریں باغِ رضواں سے

حسین وہ جو حسینانِ دو عالم سے نرالا ہے
ہر اک عاشق کو اطمینان جسکے عہد و پیماں سے

وہ آیا جس کے آنے سے بہار آئی زمانہ میں
بہارِ باغِ رضواں ہے تصدق جسپہ سو جاں سے

وہ آیا آئینہ رو جس کے آنے کی تمنّا تھی
نبوت ڈھونڈھتی پھرتی تھی جسکو چشمِ حیراں سے

غنی ہے نقدِ استغنا سے شاہا ہر گدا تیرا
حصیرِ فقر بہتر ہے اسے تختِ سلیماں سے

نگاہِ مہر کر دیتی ہے تیری مہر ذرّہ کو
ہوا روشن یہ حال بوذر و مقداد و سلماں سے

ابھی دو اور لکھنے ہیں قصیدے آصفِ خوش گو
دعا پر ختم کر دے اور گلے مل ہر سخنداں سے

جہازِ امتِ عاصی کے مولا ناخدا تم ہو
لگا دو پار بیڑا بحرِ طوفاں خیزِ عصیاں سے

پسینہ موت کا آجائے جب بیمارِ فرقت کو
سرِ بالیں ہوا دیجئے گا اپنے داماں سے

رہے اک ہاتھ میں ساقی کا دامن ایک میں ساغر
گزر ہو اس طرح زندوں کا یا رب محشرستاں سے

قصیدہ در منقبت جناب علی ابن ابی طالبؑ

بپاسِ وضع اگر پاس آ نہیں سکتے — تو کیا وہ دور سے ناوک لگا نہیں سکتے
کوئی نہیں ہے جو سمجھائے چشمِ گریاں کو — کہ اشکِ دل کی لگی کو بجھا نہیں سکتے
خلش پسند طبیعت ہے جنکی اے ناصح — وہ دل کو تیرِ ادا سے بچا نہیں سکتے
جو درد دوست طبیعت ازل سے لائے ہیں — وہ دل کے زخم پہ مرہم لگا نہیں سکتے
ہزار حیف کہ آنکھوں پر اختیار نہیں — ہم اپنا رازِ نہاں اب چھپا نہیں سکتے
وہ کیوں کسی سے زمانہ میں دل لگاتے ہیں — کہ جو فراق کے صدمے اٹھا نہیں سکتے
دلوں میں جنکے نہیں نورِ معرفت کی جھلک — وہ اس کی کنہ حقیقت کو پا نہیں سکتے
سمجھ کے آتشِ الفت کو دے جگہ دل میں — یہ آگ وہ ہے جسے پھر بجھا نہیں سکتے
کوئی کرے بھی تو دعوائے تابِ نظارہ — نقاب چہرہ سے کیا وہ اٹھا نہیں سکتے
خدا کو پا نہیں سکتے وہ خود پرست کبھی — جو اپنے دل سے خودی کو مٹا نہیں سکتے
وہ اپنے غیر کا کیا خاک حال جان سکیں — جو خود ہی اپنی حقیقت کو پا نہیں سکتے
خیالِ زلفِ مسلسل نے یوں کیا پابند — کہ دو قدم بھی کہیں اٹھ کے جا نہیں سکتے
نہیں ہے خارِ محبت کی جنکے دل میں کھٹک — کبھی وہ اس گلِ رعنا کو پا نہیں سکتے
خدا پرست جو بندے ہیں صحنِ عالم میں — وہ پائے بت پہ کبھی سر جھکا نہیں سکتے

خراب ہیں دلِ خام خراب کے ہاتھوں — کدھر چلے ہیں یہ ہم خود بتا نہیں سکتے
جھلک رہا ہے ترا رنگِ حسن ہر گل میں — نظر جو رکھتے ہیں دھوکا وہ کھا نہیں سکتے
نظر فریب ہے گو رنگِ بوستانِ جہاں — نظر جو رکھتے ہیں دھوکہ وہ کھا نہیں سکتے
جو راہ راست پہ خود ہی نہیں ہیں عالم میں — کبھی وہ غیر کو رستہ بتا نہیں سکتے
خیالِ خاطرِ قاتل ہے زیرِ خنجر بھی — زباں پہ شکوۂ بیداد لا نہیں سکتے
یہ مختصر سی حکایت ہے قلبِ مضطر کی — کہاں یہ درد ہے یہ بھی بتا نہیں سکتے
ازل سے وقف ہے یہ بابِ مرتضٰی کے لیے — سر اپنا غیر کے در پہ جھکا نہیں سکتے
بہ فیضِ ناصیہ سائیٔ بابِ شہرِ علوم — رہِ سخن میں قدم ڈگمگا نہیں سکتے
جو آپ بگڑے ہیں بگڑی بنا نہیں سکتے — خدا کے گھر سے بتوں کو ہٹا نہیں سکتے
تری وہ ذاتِ مقدس ہے بزمِ عالم میں — کہ کوئی عیب عدو بھی لگا نہیں سکتے
چراغِ وصف ترا مثلِ شمس روشن ہے — جلا کریں یوں ہی اعدا بجھا نہیں سکتے
بہت درست ترا دعویٔ سلونی ہے — لسانِ حق جو ہیں وہ کیا بتا نہیں سکتے
خدا علیم ہے عالم میں دوسرا تجھ سا — چراغ لے کے بھی ڈھونڈھیں تو پا نہیں سکتے
عناد کفر سے ایسا کہ جانتے ہیں سبھی — علومِ دینِ الٰہی بتا نہیں سکتے
خدا پسند عبادت خدا پسند جہاد — تری نظیر مسلماں دکھا نہیں سکتے
اٹھا لیا درِ خیبر کو اس طرح تو نے — جہاں میں پھول کو بھی یوں اٹھا نہیں سکتے
علیؑ کی ضرب پہ قربان عبادتِ ثقلین — ہے اس سے بڑھ کے بھی قیمت بتا نہیں سکتے

حرم میں مہرِ نبوت نے چومے جس کے قدم
ہم اسکی شان امامت دکھا نہیں سکتے

تو ایک سرِّ نہاں ہے جہاں میں کہ جسے
بجز خدا و پیمبر بتا نہیں سکتے

نہیں ہے راہ نما جن کا تو زمانہ میں
سراغ منزلِ مقصود پا نہیں سکتے

ولائے حیدر کرار جن کے دل میں نہیں
کبھی وہ فیض عبادت سے پا نہیں سکتے

درِ علیؑ پہ نہ پھیلائیں کس طرح دامن
درِ مراد کہیں اور پا نہیں سکتے

خوشی ہے غم نہیں اپنی شکستہ پائی کا
درِ علیؑ سے کہیں اٹھ کے جا نہیں سکتے

مدد میں واصفِ خستہ کے کس لیے تاخیر
کچھ ایسے دور نہیں ہو کر آ نہیں سکتے

نثار کرتے ہیں تجھ پر سے نقدِ جاں شاہا
کہ جو فقیر ہیں گوہر لٹا نہیں سکتے

قصیدہ در منقبت جناب علی ابن ابی طالبؑ

جب رضائے رب اور نبیؐ کی ہے رضائے بوتراب — حمد رب نعت نبیؐ بھی ہے ثنائے بوتراب
مس ہوئے مہر نبوت سے جو پائے بوتراب — عرش تک پہنچا سر عز و علائے بوتراب
بانئ اسلام کا ہاتھوں کلیجہ بڑھ گیا — دل میں درد اسلام کا یوں لیکے آئے بوتراب
خاک ہو جاتی ہے جیسے خشک لکڑی آگ سے — پھونکتی ہے یوں معاصی کو دلائے بوتراب
پہنچے ہیں آغوش کعبہ سے نبیؐ کی گود میں — رحل قرآن نے بدل دی پاکے آئے بوتراب
سامنا ہوتے ہی قدموں پر گرے بت سر کے بل — آئینہ ہے انتہا کا ابتدائے بوتراب
تاج فرق اولیا و اوصیا نعلین پاک — سرمۂ چشم ملائک خاک پائے بوتراب
چھپ سکا آخر نہ راز ارتباط اولین — آتے ہی آغوش میں یوں مسکرائے بوتراب
خود کرے فاقہ مگر سیراب بھوکوں کو کرے — جز محمدؐ کون تھا ایسا سوائے بوتراب
وہ نیاز بندگی پیش خدائے بے نیاز — روز ہر تاریک شب میں وہ دعائے بوتراب
فقر میں بھی بادشاہوں سے سوا داد و دہش — اب کہاں سے کوئی تیرا مثل لائے بوتراب
پیٹ اپنا کاٹ کر بھرتے رہے بھوکوں کا پیٹ — روح ایثار حقیقی ہے سخائے بوتراب
اپنی مرضی کے عوض حق نے خریدی اپنی چیز — واہ کیا کہنا ترا بخت رسائے بوتراب

کون جانے کس لیے گندم سے رکھا اجتناب
عمر بھر نانِ جویں رکھی غذائے بوتراب

تیرھویں ماہِ رجب کو ہم منائیں کیوں نہ عید
جب بنے کعبہ زچہ خانہ برائے بوتراب

کیوں نہ دے پروانۂ جنت خدائے دوجہاں (قطعہ)
دل میں روشن ہے اگر شمعِ ولائے بوتراب

شبّر و شبیّر سردارِ جوانانِ جناں
مملکت تسنیم و کوثر کی برائے بوتراب

سیدہ فخرِ نساءِ عالمین بنتِ رسولؐ
ہیں شریکِ زندگی و رازہائے بوتراب

ہیں خسر فخرِ دو عالم مالکِ یوم الحساب
شاہدِ ہر ابتدا و انتہائے بوتراب

دوستی یا دشمنی میں اب ہے واصف اختیار
منتخب کر لو جسے چاہو بجائے بوتراب

قصیدہ در منقبت جناب علی علیہ السلام

فصلِ گل آتے ہی گل جامہ سے باہر ہو گیا — کھل کے ہر غنچہ مسرت سے گلِ تر ہو گیا
باغ میں آئی صبا اٹکھیلیاں کرتی ہوئی — نکہتِ گل سے چمن سارا معطر ہو گیا
بلبلِ مہجور وصلِ گل سے پھر شاداں ہوئی — فضلِ داور رہ گیا یاور مقدر ہو گیا
جھوم کر آئی گھٹا مستانہ پھر توبہ شکن — رند کیا زاہد بھی کچھ جامہ سے باہر ہو گیا
ابرِ رحمت سے ہوئی یہ آب یاری دہر میں — ہر زمینِ نرم کیا سر سبز پتھر ہو گیا
آئے رندانِ قدح کش مے پرستی کے لیے — باغ گویا مہربان ساقی کا اک گھر ہو گیا
نظمِ قدرت نے فراہم کر دیے اسبابِ عیش — بلبلوں کے واسطے پھولوں کا بستر ہو گیا
میکشی کرنے کو رندوں کی ہوا یہ اہتمام — فرشِ سبزہ صحنِ گلشن میں سراسر ہو گیا
زیرکی ساقی نے دینے میں صبوحی کے اگر — میکشوں پر دیکھنا کیا فضلِ داور ہو گیا
ساغرِ گل میں پڑا تھا آبِ شبنم جس قدر — آتشِ گل سے معاً وہ آتشِ تر ہو گیا
اتفاقاً میں بھی جا نکلا ادھر آصف کہیں — منظرِ گلشن نظر آیا تو ششدر ہو گیا
حال یہ دیکھا تو چھیڑی ذیل کی میں نے غزل — سننے والوں کے لیے ہر شعر نشتر ہو گیا
لیکے دل نظروں سے پنہاں ہائے دلبر ہو گیا (م) — جستجو میں جس کی جینا مجھ کو دوبھر ہو گیا
مہرباں وہ آفتابِ ذرہ پرور ہو گیا — اور تابندہ مرے طالع کا اختر ہو گیا

کس ادا سے دیکھا کیونکر اور کہاں دیکھا تجھے
شیفتہ یہ دل پری رو تجھ پہ کیوں کر ہو گیا

خیر ہو بیمارِ غم کا حال کچھ اچھا نہیں
ضعف سے کروٹ بدلنا اب تو دوبھر ہو گیا

عشق میں تیرے پری رو جو کہ دیوانہ ہوا
نکہتِ گل کی طرح جامہ سے باہر ہو گیا

ہم وہ میکش ہیں جو جا نکلے کبھی گلزار میں
آبِ شبنم سے بنی مے پھول ساغر ہو گیا

چھپ تو سکتا ہی نہیں خونِ شہیدانِ وفا
اس کا ہر قطرہ چمن میں اک گلِ تر ہو گیا

ناوکِ نازِ صنم کا دل نہ کیوں ممنون ہو
حسرت و ارماں نکل جانے کو اک در ہو گیا

وہ بتِ آئینہ سیما خواب میں آیا نظر
بختِ خوابیدہ مرا گویا سکندر ہو گیا

ذبح ہونے کا نہیں غم ہے خوشی احباب کی
سرخ رو قاتل کا اپنے آج خنجر ہو گیا

تیرے کوچہ کی گدائی کیوں نہ ہو سب کو عزیز
مل گئی جس کو یہ دولت وہ تونگر ہو گیا

ہے سوادِ زلفِ جاناں سرمۂ چشمِ یقیں
دی جگہ آنکھوں میں جس نے وہ بھی دلبر ہو گیا

خاک میں مل جائیگی اے دل یہ جمعیت تری
تو اگر دلدادۂ زلفِ معنبر ہو گیا

خوف ذرہ بھر نہیں اب آفتابِ حشر کا
داغِ دل غیرت دہِ خورشیدِ خاور ہو گیا

صدقِ دل سے دل میں رکھتا تھا جو عشقِ بوتراب
ذرہ ذرہ خاک کا خورشیدِ خاور ہو گیا

اللہ اللہ رتبۂ مداحِ حیدر بزم میں
سروِ قد تعظیم کو استادہ ممبر ہو گیا

اس طرف جاری زباں پر ذکرِ حیدر ہو گیا (م)
اس طرف دل نورِ عرفاں سے منور ہو گیا

کون حیدر ہمنشیں و جاں نشینِ مصطفےٰ
جو بہ ارشادِ نبیؐ امت کا رہبر ہو گیا

جو یداللہ اور عین اللہ و وجہ اللہ ہے
ذکر جس کا داخلِ طاعاتِ داور ہو گیا

راہ میں منزل میں گھر میں اور صلح و جنگ میں — ساتھ دیتے دیتے جو نفسِ پیمبرؐ ہو گیا

فاتحِ جنگِ حنین و بدر و صفین و احد — مرحب و عنتر کا قاتل جو غضنفر ہو گیا

بسترِ احمدؐ پر سویا نرغۂ کفار میں — جو سراپا مرضیِ خلاقِ داور ہو گیا

جس نے عہدِ مہد میں اژدر کو دو ٹکڑے کیا — بس اسی باعث سے اس کا نام حیدر ہو گیا

جس نے خود فاقے کیے اور سیر اوروں کو کیا — جو نصیری کا خدائے بندہ پرور ہو گیا

آج اسی مولود کے جشنِ ولادت کا ہے دن

اس لیے صلِّ علیٰ کا شور گھر گھر ہو گیا

در مدح جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام

نعتِ نبی و منقبت حاملِ ذوالفقار کی — دونوں میں کوئی ایک ہو حمد ہے کردگار کی

پائے نبی ہے عرش پر دوشِ نبی جگہ تری — کس کی سمجھ میں آسکے شان ترے وقار کی

شانِ نزول ہے جدا صورتِ معنوی بہم — ایک ہیں دونوں آیتیں مصحفِ کردگار کی

مالکِ دوجہاں مگر فقر میں عمر کی بسر — بعد نبی یہ شان تھی دین کے تاجدار کی

عکسِ جمالِ ایزدی جس کو لیے ہو گود میں — تابِ نظارہ کس کو ہو اس رخِ نوربار کی

مستِ مئے غدیر خم جمع ہیں آج بزم میں — نشہ میں مدح لب پہ ہے ساقیٔ گلعذار کی

اس کو پسند مال و زر اسکو پسند نقدِ دیں — دوستی کس طرح نبھے غافل و ہوشیار کی

جس کا نبی ہو جوہری اور خدا ہو مشتری — کون لگائے قیمت اس گوہرِ شاہوار کی

کھول کے مصحفِ خدا دیکھ تو بے خبر ذرا — طاعتِ حق ہے پیروی خاصۂ کردگار کی

نفسِ رسولِ کبریا زوجِ بتولِ پارسا — منکرِ حقِ مرتضیٰ دیکھ حدیں زتار کی

تیرے قدم سے رہ گئی دینِ خدا کی آبرو — شرعِ نبی جہان میں تو ہی نے استوار کی

تیرے سوا نہیں کوئی مالکِ مسندِ نبی — لفظیں پکارتی ہیں یہ مصحفِ کردگار کی

قبلہ نما جو آپ سا ہوتا نہ بعدِ مصطفےٰ — ہوتی نہ شان یہ کبھی کعبۂ کردگار کی

شاہِ زمین و آسماں فقر کے بوریہ پہ مست — شان وہ اقتدار کی حد یہ ہے انکسار کی

سجدۂ حق میں سر رہا ذکرِ حبیب زیرِ لب
راہِ خدا میں جان یوں کس نے بھلا نثار کی

بندہ میں قدرتِ خدا قبضہ میں موت و زندگی
شان یہیں ہے جلوہ گر جبر میں اختیار کی

گنجِ بحرِ غم میں ہے اس کا سفینۂ حیات
اب بھی خبر نہ لوگے کیا آصفِ بے قرار کی

در مدح جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام

تپ دروں سے صرف دل جو وقفِ التہاب ہے
تمام ملکِ جسم میں عجیب اضطراب ہے

پڑا ہوا ہے تفرقہ دماغ و دل کے ربط میں
نجانے شامِ غم ہے یہ کہ روزِ احتساب ہے

قلب و جگر کے درد سے قرار ایک پل نہیں
سکون اب نہ دل کو ہے نہ چشم محوِ خواب ہے

بس اب خدا کے ہاتھ ہے جو شامِ غم کی ہو سحر
کہ جس کی کوئی حد نہیں وہ کرب و اضطراب ہے

نہ دل میں کوئی ولولہ نہ شوق ہے نہ حوصلہ
بھرا ہوا تھا کل جو گھر وہ آج یوں خراب ہے

ہجوم یاس و غم میں ہو امیدِ زیست کسطرح
کہ اب تو شکلِ موت بھی نظر میں بے نقاب ہے

شکیب و صبر چل بسے حواس و ہوش کیا کریں
مثالِ زلفِ پُرشکن خرد کو پیچ و تاب ہے

غضب کی جنگ ہے چھڑی بہم امید و بیم میں
یہ فیصلہ ہو کس طرح کہ کون کامیاب ہے

زمانہ ہو گیا اسے کہ نیند اک خیال ہے
جو غش میں آنکھ بند ہو تو اسکا نام خواب ہے

بس اک کسی کی یاد ہے اور ایک اپنی بیکسی
نہیں ہے تیسرا کوئی عجیب انقلاب ہے

یہی ہے صورتِ سکوں وہ آئیں آ کے دیکھ لیں
بیاں نہ ہو سکے گی یوں جو شکلِ اضطراب ہے

دلِ حزیں یہ کیا کہا ذرا خبر لے ہوش کی
وہ آئیں کس طرح یہاں کہ یہ خلافِ داب ہے

اسی ادھیڑ بن میں تھا یکایک آئی یہ صدا
عبث عبث مریضِ غم تجھے یہ اضطراب ہے

چلا چل اٹھتے بیٹھتے دکھا سنا دے حالِ دل
حریمِ کم نگاہ میں در درِ بوتراب ہے

یم کرم سے جسکے کل زمانہ فیض یاب ہے — مطلع — نبی کے بعد خلق میں جو مرجع و مآب ہے

یہ سن کے ضعف گھٹ گیا بڑھیں تمام قوتیں — کہ جسکی کوئی انتہا نہ حد نہ کچھ حساب ہے

یہ مطلع بہ آب و تاب پڑھ کے اٹھ کھڑا ہوا — کہ جس کا نور رد کش ضیائے آفتاب ہے

ہوا کرے جو دلکو اب قلق ہے اضطراب ہے — م — جمال حسن دوست سے نظر تو کامیاب ہے

زمین پہ جسکے نور سے ہر ایک فیض یاب ہے — سپہر علم و حلم کا یہی وہ آفتاب ہے

جہاں پہ جیسی شان ہے وہی ترا خطاب ہے — م — کسی جگہ ہے لافتیٰ کہیں پہ بوتراب ہے

خدا کے فضل سے اگر ہے سر پہ تاج انّما — قبائے چست ہل اتیٰ بھی بر میں لاجواب ہے

وہ شان ہے عروج کی یہ حد ہے انکسار کی — ہے اختیار عجز و کل خطاب بوتراب ہے

عدوئے خیرہ چشم سے تجھے گلہ ہو کس لیے — کہ شپرہ کو کیا خبر جو حسن آفتاب ہے

ہمارا آپ کا نہیں کہ یہ نبی کا قول ہے — ثواب اسکی دوستی ہے دشمنی عذاب ہے

جو پیرو رسول ہے وہ دل سے اس کا معتقد — نہ مانے اسکو جو کوئی وہ عاقبت خراب ہے

حقیقی ابن عم وصی ولی و خویش و جانشیں — نبی سے اس طرح کسے جہاں میں انتساب ہے

شرف کے مدعی بہت مگر اب اس کو کیا کریں — تری ولادت حرم دلیل انتخاب ہے

حبیب حق ہیں مصطفےٰ تو یہ ہیں نفس مصطفےٰ — علیؑ کے دوستوں کو یوں خدا سے انتساب ہے

بوقت پرسش گنہ یہ آرزو ہے حشر میں — (ق) — بڑے بڑوں کے واسطے جو روز اضطراب ہے

تلاش واصف حزیں جو ہو تو اسطرح سے ہو
دکھا/بلاؤ کس طرف غلام بوتراب ہے

در مدحِ جنابِ علیِ مرتضیٰ علیہ السلام

بھلا ممکن کو کیوں کر ذاتِ واجب کی ثنا آئے
سمجھ میں ابتدا جسکی نہ جس کی انتہا آئے

جو اس سے بیشتر ہو وہ بتائے ابتدا اسکی
نظر انسانِ فانی تجھ کو کیا رازِ بقا آئے

جو ہو ادراک سے دور اور محسوسات سے باہر
حواسِ ظاہری و باطنی کی حد میں کیا آئے

قدم اک بادِ صرصر عقل حادث صورتِ مشعل
ہوائے تیز کے جھونکوں میں مشعل کام کیا آئے

جہاں چشمِ تصور کور ہو شمعِ خرد گل ہو
حقیقت میں وہاں پر کام کیا ذہنِ رسا آئے

نظارہ اس لطیف و پاک و پر اسرار کا کیا ہو
نہاں تارِ نظر کی شکل جو صورت نما آئے

قریب تر ہے رگِ گردن سے لیکن دور ہے اتنا
جو اسکو ڈھونڈھنے جائے خود اپنے کو گنوا آئے

حقیقت نفس کی اپنے سمجھنا جس کو مشکل ہے
حقیقت ذاتِ واجب کی سمجھ میں اسکی کیا آئے

وہ چھپتا جائے ہے جتنا ہو تجسس چشمِ ظاہر کو
مگر ہاں دیدۂ دل سے نظر وہ برملا آئے

کسی تدبیر اٹھ جائے اگر پردہ تعین کا
طلسمِ دہر کھل جائے نظر اچھا برا آئے

اگر ہو سرمۂ ایمان و عرفاں چشمِ حیراں میں
نظر آئے جو ذرہ بن کے اسکا آئینا آئے

اسی کے خامۂ قدرت کی گلکاری ہے یہ گلشن
بصیرت ہو تو ہر شے میں نظر وہ خود نما آئے

رخِ رنگین گل پر ہو اسی کے رنگ کا غازہ
اسی کی آئے خوشبو جب گلستاں سے ہوا آئے

اسی کی گوش زد آواز ہو جب دم کلی چٹکے
اسی کا ہو خرامِ ناز ظاہر جب صبا آئے

دہی ہر بیل میں انگڑائیاں لیتا دکھائی دے ہر اک بوٹے میں شکلِ مستیٔ نشو و نما آئے

اسی کا جلوۂ پنہاں ہر اک ذرہ سے پیدا ہو اسی کا نور لے کر آفتاب پر ضیا آئے

یہ سب کچھ ہے مگر پھر بھی وہ بے پردہ ہی پردہ میں کہاں دستِ نگہ میں زور جو پردہ اٹھا آئے

سمجھنا جاننا پہچاننا اس کا نہیں آساں ضرورت تھی کہ لے جانے کو اس تک رہنما آئے

علیم اس کی صفت ہے جانتا ہے اپنی منزل کو ہوا منظور رہبر کی سمجھ میں راستا آئے

پئے اتمامِ حجت بہرِ دفعِ دخل دنیا میں برائے وعظ و تلقین و ہدایت انبیا آئے

رہیں گم راہیاں دنیا میں باقی لاکھ کوشش پر از آدم تا بہ عیسیٰ گو بہت سے رہنما آئے

بلانوشی کی عادت ہو جہاں دورِ جہالت ہو دلوں میں کسطرح دعٔ ماکدر خذ ماصفا آئے

نفاقِ باہمی فسق و فجور اصنام کی پوجا جہاں ہوں شغل اتنے دل میں کیا خوفِ خدا آئے

رہی تاریک بزمِ دہر جب روشن ستاروں سے مشیت کو ہوا منظور اب شمس الضحیٰ آئے

رہے تاریکیٔ کفر و ضلالت کس طرح جب دم تجلی بخشِ عالم نیّرِ دینِ خدا آئے

جو کچھ تھی سحر کاری مٹ گئی حسنِ مجازی کی فسوں سازی باطل کیا ہے جب حق نما آئے

کہیں آتش پرستی جل بجھی کانپا محل کوئی نمایاں کیوں نہ ہوں اعجاز جب معجز نما آئے

نئے آثار دیکھے یک بیک تھرا اٹھی دنیا کچھ ایسی شان سے آئے کہ عالم کو ہلا آئے

سماں بدلا روش بدلی ہوا بدلی فضا بدلی زمانہ چونک اٹھا یوں کہ جیسے زلزلہ آئے

زباں پر ذرہ ذرہ کی نہ کیوں صل علیٰ آئے (دم) کہ لی کروٹ زمانہ نے محمدؐ مصطفےٰ آئے

فقط عکسِ جمالِ کبریا پہلے کے رہبر تھے یہ آئے تو مجسم بن کے نورِ کبریا آئے

عرب ممتاز تھا تاریکیٔ کفر و جہالت میں
مناسب تھا یہیں پر نور علم و اتقا آئے

لگائے چترِ زرین شفاعت سر پہ با شوکت
محمد بن کے سرخیلِ گروہ انبیا آئے

لگائے ہیں سر دستار یٰسین طرۂ طٰہٰ
تنِ اطہر پہ مزمل کی بھی پہنے قبا آئے

بچھانے اوڑھنے کو چادرِ تطہیر و مدثر
تعالی اللہ عجب سامان سے کر نور کا آئے

لئے اک ساغرِ پر نور قولو لا الٰہ کا
پلانے بادۂ عرفاں بصد صدق و صفا آئے

ابھر کر پشت کی مہرِ نبوت نے سند کوئی
کہا ما ینطق نے حاملِ وحیِ خدا آئے

صدا دی سنگ ریزوں نے کہ فخرِ انبیا آئے (۴)
قمر نے ہو کے دو روشن کیا معجز نما آئے

ابھر کر نقشِ پائے نرم سنگِ سخت پر بولا
بتوں کی خیر دنیا میں نہیں جب با خدا آئے

گذرگاہوں کی دل آویز خوشبو نے کہا بڑھ کر
یہ گل وہ ہے کہ جنگل کو بھی خوشبو سے بسا آئے

دکھایا پتھروں نے پیٹ پر بندھ کر زمانہ کو
یہی ہے جو نہ کھائے آپ بھوکوں کو کھلا آئے

شواہد ساتھ لے کر لاتفد ختمِ نبوت کے
بر شوکت مجمعِ اشرار میں خیر الوریٰ آئے

شریکِ حال و ہمدم غمگسار و آشنا کیسے
طلبگارِ وفا کو سب نظر اہلِ جفا آئے

دلِ پُر درد بھر آیا عجب منظر نظر آیا
کہ جنکو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے

رخِ زیبائے کعبہ پر عجب حسرت برستی تھی
اداسی چھائی تھی ایسی کہ ہنستوں کو رلا آئے

زبانِ حال سے کہتا تھا کعبہ دیکھئے مولا
غضب ہے آپکے ہوتے مرے سر پر بلا آئے

یہی اک ذات کافی تھی حمایت کے لیے لیکن
مشیت میں جو گزرا ہو سمجھ میں راز کیا آئے

گرانا تھا مگر کوہِ سیاہ بت پرستی کو
ضرورت تھی کہ ساتھی عالمِ انوار کا آئے

یکایک بختِ خفتہ جاگ اٹھا لطفِ الٰہی سے
ہوئیں آسان ساری مشکلیں مشکل کشا آئے

ابھر آیا شجر اسلام کا جب مصطفےٰ آئے (۴)
مگر پھولا پھلا جس دم علیؑ مرتضیٰ آئے

دلِ بیمار و غمگیں کے لیے بن کر دوا آئے
نگاہوں میں لیے اعجازِ تاثیرِ شفا آئے

دکھانے جلوۂ حق بن کے نورِ کبریا آئے
مٹانے کو بتوں کی ہستئ باطل نما آئے

نہ کیوں ناقوس سے اللہ اکبر کی صدا آئے
پھرے کعبہ کے دن صد شکر شاہِ لافتیٰ آئے

علیؑ یوں مسکراتے آئے آغوشِ محمدؐ میں
کسی کے پاس جیسے کوئی صورت آشنا آئے

نبیؐ نے دعوتِ اسلام دی جس وقت دنیا کو
تو سب سے پہلے یہ لبیک کی دیتے صدا آئے

نبیؐ کے ہاتھ میں تسبیح کی تھی سنگریزوں نے
خدا کے فضل سے کلمہ بتوں کو یہ پڑھا آئے

انھوں نے دین پھیلایا انھوں نے کی جلا اس پر
وہ ماحئ ضلل یہ حامئ دینِ خدا آئے

نہ انکا کوئی ہمسر ہے نہ ان کا کوئی ثانی ہے
وہ فخرِ انبیا یہ بن کے شاہِ اوصیا آئے

کہیں پر ساتھ چھوٹا ہو تو کہدے کوئی ایماں سے
علیؑ بیشک جہاں میں بنکے نفسِ مصطفےٰ آئے

پیمبر طالبِ حیدر خدا شیدا پیمبر کا
خدا تک جسکو جانا ہو سنبھل کر وہ ذرا آئے

ذرا اہلِ خرد انصاف سے کہدیں خدا لگتی
ولا انکی دلوں میں پاکر اُدروں کی ولا آئے

علیؑ تھے کس جگہ یہ صاحبِ معراج سے پوچھو
سنی آواز کس کی جبکہ تا عرشِ علا آئے

خدا کی مصلحت مانع ہوئی تھی ساتھ جانے میں
تو یہ پردے ہی پردہ میں صدا جا کر سنا آئے

نبیؐ نے خود کو شہرِ علم ان کو در بتایا ہے
نبیؐ تک جس کو جانا ہو وہ در پر جبہ سا آئے

در مدح جناب علی علیہ السلام

نہ کوئی دوست ہے اسکا نہ کوئی اسکا دشمن ہے
بہت اچھا ہے وہ گورِ غریباں جسکا مسکن ہے

بظاہر ہے تو ویرانہ اداسی بھی برستی ہے
یہاں کے رہنے والوں کیلئے بے خار گلشن ہے

کوئی خطہ یہی رہتا ہے اسمیں ایک ہی موسم
نہ جاڑا ہے نہ گرمی ہے نہ بھادوں ہے نہ ساون ہے

سحر کب آئی کب دن کٹ گیا مطلق نہیں پروا
شبِ تاریک غم کا ڈر نہ فکرِ روزِ روشن ہے

نہ دردِ دل نہ سوزِ دل نہ فکرِ کاکلِ پیچاں
نہ بیتابی نہ حیرانی نہ گھبراہٹ نہ الجھن ہے

جنوں افزا ہوائیں ہیں نہ شغلِ دشت پیمائی
گریباں چاک ہے کوئی نہ کوئی چاک دامن ہے

بھرا دل اس قدر سیرِ گلستانِ زمانہ سے
لیا وہ گھر کہ جسمیں کوئی منفذ ہے نہ روزن ہے

خموشی چھائی ہے ہر ایک محوِ خوابِ نوشیں ہے
نہ نغمہ ہے کسی لب پر نہ نالہ ہے نہ شیون ہے

بجز راحت کوئی واقف نہیں آزارِ کلفت سے
یہاں کے رہنے والوں پر وہ فضلِ ربِ ذوالمنن ہے

زبانِ حال سے کہتے ہیں اس عالم کے باشندے
حقارت سے نہ دیکھو اسکو یہ دنیا کا مامن ہے

نہ لٹ جانے کا خطرہ راستہ میں ہے نہ چوری کا
یہ وہ بستی ہے جسمیں دزد ہے کوئی نہ رہزن ہے

جہاں جو چیز جسکی جس طرح رکھی تھی رکھی ہے
خدا رکھے تجھے شہرِ خموشاں خوب مسکن ہے

کہیں آتی نہیں جیسی کہ اسمیں نیند آتی ہے
حقیقی خوابگہ اہلِ دنیا ہے تو مدفن ہے

یہاں جتنے ہیں اپنے ہیں نہیں ہے کوئی بیگانہ
نہ کوئی اس سے بدظن ہے نہ کوئی اس سے بدظن ہے

گدا و شاہ ہیں پہلو بہ پہلو ایک صورت میں نہ خوش پوشاک ہے کوئی نہ کوئی برہنہ تن ہے
حقیقت میں نگاہوں کیلئے ہے منظرِ عبرت بظاہر ہر طرح آرام ہے اور خوب مسکن ہے
مکانِ لق و دق کا رہنے والا ہو کہ حجرہ کا مگر سب کیلئے دو گز زمیں کا صحن مدفن ہے
فقیروں کی طرح سوتا ہے شاہِ ہفت کشور بھی نہ حاجب ہے نہ دربان ہے نہ پردہ ہے نہ چلمن ہے
نہ فرشِ مخمل و دیبا نہ پوشاکِ مکلف ہے بچھونا خاک کا ہے اور خاکی جامۂ تن ہے
انیسِ منزلِ اول ہے تاریکی و تنہائی نہ کوئی مونس و ہمدم نہ کوئی شمع روشن ہے
وہ جسم نازنیں تھا بار جس پر ہار پھولوں کا قیامت ہے اسی پر بارِ مٹی سیکڑوں من ہے
تھیں عبرت ناک منظر پر نگاہیں اشک جاری تھے صدا آئی یکایک قبر اپنی اب تو روشن ہے
خبر ہے آج بھی دنیا کی ہمکو جیسی پہلے تھی ہیں آنکھیں بند لیکن دیدۂ دل اب بھی روشن ہے
کیا ہے موت نے مجبور ہم تو جا نہیں سکتے ہمارے واسطے حکمِ خدا زنجیرِ آہن ہے
یہاں بیکار ویرانے میں کیوں بیٹھے ہو تم واصف ابھی زندہ ہو تم تم پر تو فضلِ ربِ ذوالمنن ہے
کلیم اللہ جو مل جائیں تو انکو بھی دکھا لاؤ (طرح) رجب کی تیرھویں تاریخ کعبہ رشکِ ایمن ہے
سمجھتے ہو کہ اتنی روشنی ہے کس لیے پھیلی وہ دیکھو نیرِ برجِ امامت جلوہ افگن ہے
بس اس مژدہ سے جب آنسو رکے وہ کچھ نظر آیا کہ جس سے آج تک واللہ دنیا دل کی روشن ہے
پڑھا وہ مطلعِ پر نور تقریبِ ولادت میں کہ جس کے سامنے بے نور یہ خورشید روشن ہے
خدا رکھے وہ گل زینت دہ آغوشِ گلشن ہے (مطلع) کہ جس کے واسطے شایاں رسول اللہ کا دامن ہے
کرے گا رفتہ رفتہ طے یہ گل زینے ترقی کے بنے گا طرۂ دستار ابھی تو زیبِ دامن ہے

رسول اللہ دوشِ پاک پر اک دن جگہ دیکر — دکھا دینگے علیؑ ہے نام اعلیٰ اسکا مسکن ہے

نہ جانے کیوں گرے پڑتے ہیں ہیبت چھا گئی کسکی — بتوں کا دیکھ کے منھ محوِ حیرت ہر برہمن ہے

خدائی بھول بیٹھے ہیں پڑے ہیں جان کے لالے — ضرور آیا ہے کوئی بت شکن جب تو یہ الجھن ہے

سمجھ میں معنیٔ نورٌ علیٰ نور اب تو آئیں گے — بدوشِ مہرِ فاراں ماہِ کعبہ جلوہ افگن ہے

کرامت کا تری قائل ہر اک دشمن سے دشمن ہے (مطلع) کچھ ایسا رجعتِ خورشید سے اعجاز روشن ہے

بہارِ باغِ ایمانی و فخرِ نسلِ انسانی — جو تیرا دشمنِ جانی محمدؐ کا وہ دشمن ہے

رسولؐ اللہ کا دشمن ہے مردودِ خدا بیشک — جو مردودِ خدا ہے قعرِ دوزخ اسکا مسکن ہے

بجھائیں لاکھ دشمن پر چراغِ منقبت تیرا — رہے گا حشر تک روشن کہ جیسا آج روشن ہے

قبائے نور جو پہنے ہوئے ہے خسروِ خاور — یہ اک ادنیٰ سی تیرے جسمِ نورانی کی اترن ہے

عروجِ مرتبت کے کیوں نہ قائل آنکھ والے ہوں — ہلالِ چرخ سے روشن نشانِ نعلِ توسن ہے

علم خیبر پہ گاڑا اور توڑا آہنی در کو — ترا زورِ خداداد آج تک دنیا پہ روشن ہے

ہیں دونوں موم تیری آتشِ اعجاز کے آگے — نہ پتھر تجھ کو پتھر ہے نہ آہن تجھ کو آہن ہے

خدا شاہد ہے وہ آزاد ہے رنجِ دو عالم سے — ترا طوقِ غلامی جس کسی کے زیبِ گردن ہے

ترا نقدِ محبت پاس ہے شاہی کی کیا پروا — فقیرِ عشق ہوں مجھکو یہی دولت یہی دھن ہے

بجز تیرے پکاروں دستگیرِ بیکساں کس کو — خبر لے جلد موجِ بحرِ عصیاں تا بہ گردن ہے

ہے ممدوحِ خدا و مصطفےٰ تو دونوں عالم میں — ترے اوصاف میں مولا زباں واصف کی الکن ہے

مشیت نے جو بیونتی ہے قبائے منقبت تیری
قصیدہ مختصر سا یہ اسی کی ایک کترن ہے

در منقبت جناب علی علیہ السلام

مستترِ غم میں خوشی کا راز ہے　　سوز کے پردہ میں پنہاں ساز ہے
حشر زا جس کا خرامِ ناز ہے　　دل اسی کا فرشِ پا انداز ہے
کوچۂ جاناں تحیّر ساز ہے　　ذرّہ ذرّہ جلوہ گاہِ ناز ہے
پھر عیاں ہونے کو دل کا راز ہے　　رنگِ رخ پھر مائلِ پرواز ہے
کوئی تو مستِ خرامِ ناز ہے　　شش جہت میں مدھ بھری آواز ہے
بخششِ ساقی کا یہ اعجاز ہے　　میری مے خواری ابھی تک راز ہے
کیوں نہ ہو پھر عشق سر تا سر نیاز　　حسنِ مطلق جب سراپا ناز ہے
گھر کیے ہے دل میں حسنِ لایزال　　عشق کو پائندگی پر ناز ہے
گر نہیں زخمہ خورِ مضرابِ عشق　　زندگی اک سازِ بے آواز ہے
ایسے پردہ سے بھلا کیا فائدہ　　پردہ سے باہر اگر آواز ہے
لاکھ اٹھ جائیں حجاباتِ خرد　　راز جو پہلے تھا اب بھی راز ہے
فائدہ کیا مے سے توبہ کی اگر　　جب تخیل جام و میناساز ہے
دیدنی ہے وہ نیازِ عشق بھی　　حسن اپنے پردا کو جس پر ناز ہے
طالبِ محبوب جائے کس طرف　　ہر طرف آواز ہی آواز ہے

اب سنا بھی دو صدائے دل نواز — کب سے دنیا گوش بر آواز ہے
رہ کے نزدیک اور اتنا دور دور — دوستی کا یہ نیا انداز ہے
ہے رجب کی تیرھویں تاریخ آج — بے محل واصف غزل کا ساز ہے
مدحت حیدر میں نغمہ چھیڑیئے — ساری محفل گوش بر آواز ہے
آنے والا صاحب اعجاز ہے — جب تو کعبہ میں در نو باز ہے
مرحبا شانِ امامت مرحبا — خود امانت کو بھی تجھ پر ناز ہے
کس طرح سمجھے تجھے عقل مجاز — در حقیقت تو خدا کا راز ہے
بے نیاز خلق تو کیوں کر نہ ہو — جب رسولؐ حق کو تجھ پر ناز ہے
وہ سفر ہو یا حضر ہر اک نفس — تو رسولؐ اللہ کا دمساز ہے
تیرے لہجہ میں نبی سے ہے کلام — پیش قدرت یہ ترا اعجاز ہے
کارناموں کی ترے آواز ہے (م) — آئے میداں میں اگر جانباز ہے
لافتیٰ الا علی کس کے لیے — برملا جبریل کی آواز ہے
فخر طاعت کرتے ہیں طاعت گزار — اور خود طاعت کو تجھ پر ناز ہے
تو ہے محراب عبادت میں ضعیف — جنگ میں قوت کو تجھ پر ناز ہے
یا علیؑ تیرا عجب اعزاز ہے — تو نگاہ حق میں بھی ممتاز ہے
اسکے دوش پاک پر تیرے ہیں پاؤں — عرش جس کا فرش پا انداز ہے
ساتھ تیرے حق ہے تو ہے حق کے ساتھ — حق نما تیرا ہر اک انداز ہے

تیرا ہر کردار ہے باطل شکن
حق بجانب حق کو تجھ پر ناز ہے

بت شکن تو ہے مگر تیری ولا
میثم و سلماں و قنبر ساز ہے

ہے عیاں قولِ سلونی سے ترے
منکشف تجھ پر خدا کا راز ہے

عالمِ ایجاد میں تیرے سوا
کون ہے جس پر نبی کو ناز ہے

تو ہے خود ہی واقفِ مافی الضمیر
تجھ پہ ظاہر میرے دل کا راز ہے

تیرے پہلو میں ہے دل دردآشنا
دردمندوں ہی سے تجھ کو ساز ہے

خاک ہو جمعیتِ خاطر نصیب
جب پریشانی خلل انداز ہے

تو اگر چاہے تو حاصل ہو سکوں
طبعِ واصفؔ مضطر و ناساز ہے

خواہشِ نقدِ قناعت ہے مجھے
دل نہایت محوِ حرص و آز ہے

میری کشتِ آرزو سرسبز کر
تجھ میں مولا قوتِ اعجاز ہے

میں کہاں اور گلشنِ جنّت کہاں
ہاں مگر تیری ولا پر ناز ہے

"قصیدہ بسلسلۂ جشنِ غدیر"

گھنگھور گھٹا چھائی میخانہ پہ مستانہ
گردش میں نظر آیا پھر ساغر و پیمانہ

کچھ ایسی طرب افزا آئی ہے بہار اب کی
کیا ذکر ہے رندوں کا ہے رقص میں پیمانہ

ہے وضع کی پابندی روکے ہوئے واعظ کو
ہے ورنہ پسند اس کو یہ محفلِ رندانہ

اس طرح سے مینہ برسا سرسبز ہوا عالم
کچھ پھول نظر آئے کچھ سبزۂ بیگانہ

وہ فیضِ طراوت ہے وہ جوششِ نامیہ
کنگھی اگے گلشن میں رکھ دیں جو کہیں شانہ

ہر دانہ سے پیدا ہوا اک نخلِ تر و تازہ
ٹوٹے کہیں گلشن میں گر سبحۂ صد دانہ

گیسوئے پریشاں کب سنبل سے سنور سکتے
گر بادِ بہار آکر کر دیتی نہ خود شانہ

اٹھلاتی ہوئی دیکھو غنچوں کو ہنسانے کو
پھر بادِ صبا آئی گلزار میں مستانہ

گلبن پہ عنادل ہیں سرگرمِ غزل خوانی
اور سرو پہ قمری کا ہے نغمۂ مستانہ

جس سمت نظر ڈالو اک محفلِ عشرت ہے
گلزارِ جہاں گویا ہے ایک طرب خانہ

خوبانِ جہاں آئے گلگشت کو گلشن میں
واصف جو تھا سودائی بھایا اسے ویرانہ

کیا سیرِ گلستاں سے جی اس کا بھلا بہلے
جو دھن ہے نئی دھن ہے دیوانہ تو دیوانہ

چھیڑو نہ اسے کوئی جانے دو جہاں جائے
دیکھو تو بھلا جاتا کس سمت ہے دیوانہ

ہشیار ہوا پا کر میدانِ غدیرِ خم
اب راز کھلا اپنے مطلب کا تھا دیوانہ

کونین کے مولا کو آتے ہوئے دیکھا ہے ۔۔۔ چہرہ سے عیاں جھلکے ہے شوکت شاہانہ
ذی الحجہ کی اٹھارہ ہے آج ارے سچ ہے ۔۔۔ ہم سے بھی زیادہ ہے ہشیار یہ دیوانہ
آتے ہیں رسولِ حق پلٹے ہوئے کعبہ سے ۔۔۔ اور وحی خداوندی کا پاس ہے پروانہ
میدانِ غدیرِ خم آیا تو یہ فرمایا ۔۔۔ اب حی علی عمل کہہ کے آباد ہو ویرانہ
سنتے ہی ندا ادم میں سب جمع ہوئے آکر ۔۔۔ جنگل میں نظر آئی اک بزم ملوکانہ
پالانِ شتر کا اک ممبر ہوا استادہ ۔۔۔ خالی نہ تھا حکمت سے یہ فعل حکیمانہ
منبر پہ گیا واعظ وہ کون رسولِ حق ۔۔۔ خاموش ہوئی مجلس کیا داب ہے شاہانہ
پھر حمدِ خدا کر کے حضّار سے فرمایا ۔۔۔ کہتا ہوں جو میں تم سے سمجھو نہ وہ افسانہ
جبرئیل امیں لائے ہیں وحی خداوندی ۔۔۔ یہ محکمہ قدرت سے آیا ہے بپروانہ
پھر دستِ مبارک پہ بھائی کو کیا اونچا ۔۔۔ تا دیکھ لے محفل میں ہر غافل و فرزانہ
فرمایا کہ تم سے ہے نفس مرا اولیٰ ۔۔۔ مولا ہوں تمہارا میں تم سے نہیں بیگانہ
اقرار کیا سب نے جب آپ نے فرمایا ۔۔۔ اس بات کو سن رکھے اپنا ہو کہ بیگانہ
جس کا کہ میں مولا ہوں ہے اس کا علی مولا ۔۔۔ جو اس کو نہ مانے وہ دیوانہ ہے دیوانہ
بعد اس کے اتر آئے منبر سے رسولِ حق ۔۔۔ اور اٹھا ہر اک لے کر اخلاص کا نذرانہ
یعنی کہ ید اللہ سے ہر ایک نے بیعت کی ۔۔۔ اک شمع امامت تھی کل بزم تھی پروانہ
کہتے ہوئے اصحبتُ اک اور اٹھے صاحب ۔۔۔ جو دل میں سمجھتے تھے اپنے ہی کو فرزانہ
لوگوں کے دکھانے کو اخلاص جتانے کو ۔۔۔ فرمایا کہ یا مولا ہوں آپ کا پروانہ

تخ تک تخ کی ایک اور صدا آئی　　بس گونج اٹھا جس سے ویرانہ کا ویرانہ

ہے وقت بہت تھوڑا اور قصہ طولانی

اب ختم بھی کر دو آصف یہ نغمۂ مستانہ

قصیدہ در منقبت حضرت علی علیہ السلام

سوزِ دروں کہ الاماں آبلے دل میں تا زباں
لیجیے ہو چکی بیاں غم کی طویل داستاں

خیر نہ مر بسر سہی مجملِ مختصر سہی
باعثِ دردِ سر سہی ضبط ہے اب عدوئے جاں

قصۂ غم سناؤں کیا دردِ دلی بتاؤں کیا
حال جو ہے دکھاؤں کیا کوئی نہیں ہے مہرباں

چشم لگے اشک بار بھی قلب ہے بے قرار بھی
خار ہے اب بہار بھی صورتِ موسمِ خزاں

قیدِ قفس سے کیا چھٹے اور بھی قید ہو گئے
نام کو بال و پر جو تھے چل گئیں ان پر قینچیاں

چل گئی ایسی اک ہوا رہ نہ سکی جو تھی فضا
نظمِ جہاں بدل گیا آئی بلائے ناگہاں

غم کی گھٹا جو چھا گئی قہر عجیب ڈھا گئی
سر پہ بلا وہ آ گئی جس کا نہ تھا کبھی گماں

رو کشِ خلدِ جاں فزا باغ جو تھا ہرا بھرا
پوچھیے مت کہ کیا ہوا ٹوٹ پڑیں جو بجلیاں

پھول نہیں چمن لٹے برسوں کے ہم نشیں چھٹے
سینوں میں آ کے دم گھٹے اٹھا کچھ اس طرح دھواں

کیا کہیں کیا سے کیا ہوا دیکھا تو کیا سنا نہ تھا
ہائے ستم وہ حادثہ کہہ نہ سکے جسے زباں

کتنے ملے بچھڑ گئے کتنے بنے بگڑ گئے
کتنے چمن اجڑ گئے لٹ گئے کتنے آشیاں

وقت نہیں نہ پوچھیے دل ہے حزیں نہ پوچھیے
حالِ مکیں نہ پوچھیے دیکھیے صورتِ مکاں

شغل تھا نالہ و فغاں اشک تھے چشم سے رواں
آئی صدا یہ ناگہاں ختم بھی کر یہ داستاں

اب بھی جو اضطراب ہے عقل تری خراب ہے
نورِ ابوتراب ہے صحنِ حرم میں ضوفشاں

نورِ علیؑ مرتضیٰ ۔ پارۂ نورِ مصطفےٰ
نورِ حبیبِ کبریا نورِ خدائے دوجہاں

اس پہ نظر ثواب ہے دافعِ ہر عذاب ہے
دشمن پیچ و تاب ہے وجہ سرورِ قلب جاں

سن کے صدائے جاں فزا اشک کے سکوں ہوا
لب پہ درود آ گیا قلب ہوا جو شادماں

برق سی اک گئی چمک پہلے تو کچھ ہوئی جھجک
پھر تو زمیں سے تا فلک آیا نظر عجب سماں

مشورہ شور ہے نورِ خدا یہ نور ہے
جب تو قریب و دور ہے ایکطرح سے ضو فشاں

زینتِ کوہِ طور ہے سرمۂ چشمِ حور ہے
باعثِ صد سرور ہے بہرِ قلوبِ مومناں

شمس میں ہے قمر میں ہے لعل میں ہے گہر میں ہے
برگ و گل و ثمر میں ہے اہلِ نظر پہ ہے عیاں

طبعِ رسانے حبذا مطلعِ صاف دے دیا
کہہ اٹھے سن کے مرحبا بزمِ سخن میں نکتہ داں

شمعِ حریمِ لامکاں وجہ وجودِ دوجہاں
مثلِ پیمبرِ زماں زیبِ زمین و آسماں

تابِ بشر میں یہ کہاں کھول سکے ذرا زباں
اس کی صفت ہو کیا بیاں جسکا خدا ہے مدح خواں

حسنِ خلوص پر نثار کیوں نہ ہو باہم اعتبار
تو ہے نبی کا رازدار تیرا نبی ہے رازداں

باعثِ رشکِ انبیا کوئی نہیں ترے سوا
راکبِ دوشِ مصطفےٰ مالکِ اوجِ عرش شاں

اپنی ہی ہے نظیر تو دل کا غنی امیر تو
کہنے کو ہے فقیر تو قبضہ میں نقدِ دوجہاں

تو ہے جہاں کا دستگیر تیرے گدائے در امیر
صاحبِ افسر و سریر سائلِ در ہیں ہر زماں

نطقِ بشر ہے ناتواں قوتِ تذکرہ کہاں
آئے کہاں سے وہ زباں حسنِ عمل کا ہو بیاں

شرعِ نبی کا پاسباں بازوئے شاہِ مرسلاں
تیرے نبی ہیں قدرداں تیرا خدا ہے مدح خواں

جب کوئی معرکہ پڑا تو ہی نے جاکے سر کیا
کیوں نہ ہو وصفِ لافتیٰ تجھ سا نہیں کوئی جواں

کی نہیں کس نے ہمسری بخت سے کچھ نہیں چلی — تجھ سا کوئی نہیں جری بعد پیمبر زماں

نرغہ ہوا جو دین پر ڈٹ گیا باندھ لی جنگ میں کمر — تو نے کبھی نہ کی نظر سود ہے اس میں یا زیاں

رسم کہن غرور کی تیغ عمل سے کاٹ دی — خرقۂ مکر و زور کی تو نے اڑا دیں دھجیاں

ہاں وہ سفر ہو یا حضر ساتھ چھٹا نہ عمر بھر — تجھ سا ہے کون پر جگر نفس پیمبر زماں

قوت ختم مرسلین اصل وصی و جانشین — تیرے سوا کوئی نہیں جانے نبی کا پاسباں

تابع رب ذوالمنن قول نبی ترا سخن — مثل نبی ترا چلن راہ نمائے گم رہاں

دور ہوئیں مصیبتیں ختم ہوئیں اذیتیں — سہل ہوئیں صعوبتیں نام لیا ترا جہاں

وقت مدد ہے جلد آ معجزہ اب کوئی دکھا — فکر حصول مدعا رکھتی ہے مجھ کو سرگراں

واصف خستہ حال کو غم سے حزیں نڈھال کو
درد سے پائمال کو رنج و الم سے دے اماں

در منقبت حضرت علی علیہ السلام

ظاہر ہو جذبِ شوق کا منظر یہیں کہیں — کھنچ آئے آج کعبہ کا منظر یہیں کہیں
چھڑ جائے ذکرِ ساقیٔ کوثر یہیں کہیں — چھلکیں مے درود کے ساغر یہیں کہیں
آئیں نظر علیؑ و پیمبر یہیں کہیں — دیکھوں جلالِ کعبہ کا یہ در یہیں کہیں
جی چاہتا ہے دیدۂ ظاہر سے دیکھ لوں — جشنِ درود خاصۂ داور یہیں کہیں
ماہِ رجب کی تیرھویں تاریخ آج ہے — ظاہر ہو شانِ آمدِ حیدر یہیں کہیں
بنتِ اسد بھی کعبہ میں تشریف لائی ہیں — آنے کو اک ہے خاصۂ داور یہیں کہیں
آغوش وا کیے ہوئے آئے ہیں خود رسولؐ — پائیں گے ابنِ عم سا برادر یہیں کہیں
کعبہ ہے دور جائیں نہ میکش رہیں قریب — کھنکیں پھر آج شیشہ و ساغر یہیں کہیں
بیدار بختِ خفتہ ہو قسمت چمک اٹھے — مل جائے درجِ کعبہ کا گوہر یہیں کہیں
وا ہو جو چشمِ دل تو زیارت نصیب ہو — آئے نظر وہ روئے منور یہیں کہیں
ہونے کو ہے جو طرّۂ دستارِ مصطفےٰ — روحِ بہار ہو وہ گلِ تر یہیں کہیں
آمد ملک کی بھی یقیں ہے تہنیت سنوں — جنباں ہوں جبرئیل کے شہپر یہیں کہیں
دل بھی جواب ہے صدفِ کعبہ کا تو پھر — ڈھونڈھو تو ہاتھ آئے وہ گوہر یہیں کہیں
مشہور دو جہاں تری معجز نمائی ہے — دکھلا مجھے بھی چہرۂ انور یہیں کہیں

ہے بزمِ منقبت مع حسنین کیوں نہ ہوں
زہرا و مرتضیٰ و پیمبر یہیں کہیں

جی چاہتا ہے دیکھ سکوں جنگ حشر خیز
صفین و بدر و خندق و خیبر یہیں کہیں

آوازِ رزم گوش زد اس طرح ہو کہ بس
گونجا علیؑ سا شیر دلاور یہیں کہیں

ہو دور رزم گاہ تو آجائے وہ قریب
چمکے علیؑ کی تیغ دو پیکر یہیں کہیں

یوں سامنے ہو غزوۂ خیبر کا معرکہ
کشتہ پڑے ہوں مرحب و عنتر یہیں کہیں

ممکن ہے سننے منقبت و نعت بزم میں
موجود ہوں علیؑ و پیمبر یہیں کہیں

محفل یہ گونجتی رہے شورِ درود سے
پھر آج برسے رحمتِ داور یہیں کہیں

کچھ دن کے بعد پوچھیں گے باہم سخن شناس
واصف بھی تو تھا ایک سخنور یہیں کہیں

منقبت جناب امامِ حسین علیہ السلام

آئی بہار وہ گُلِ رعنا لیے ہوئے
جو ہے وقارِ گلشنِ زہرا لیے ہوئے
محبوبِ کبریا کی تمنا لیے ہوئے
دارِ فنا میں رنگ بقا کا لیے ہوئے
یعنی جمالِ خالقِ یکتا لیے ہوئے

اشعارِ تہنیت ہیں مسیحا لیے ہوئے
قدسی کھڑے ہیں در پہ قصیدہ لیے ہوئے
فطرس سے بال و پر کی تمنا لیے ہوئے
آیا ہے در پہ بلبلِ سدرہ لیے ہوئے
پیدائش حسینؑ کا مژدہ لیے ہوئے

معمور روشنی سے خدا کی خدائی ہے
از فرش تا بہ عرش خوشی انتہائی ہے
تنویر خاص نیر ایماں کی چھائی ہے
تاریخ تیسری مہ شعباں کی آئی ہے
پیدائش حسینؑ کا مژدہ لیے ہوئے

کیوں کر نہ مدح خواں رہے ہر ایک خاص و عام
پاتا ہے تشنہ کام یہیں سرخوشی کا جام
حاجت روائی کا ہے اسی در پر اہتمام
بیمار جو بھی آیا ملی صحتِ دوام
آیا عجب شفا کا ہے نسخہ لیے ہوئے

نزدیک و دور اس کی ولادت کی ہے جو دھوم
انس و جن و ملک کا ہے دروازہ پر ہجوم
حسرت فلک کو ہے کہ نچھاور کرے نجوم
اہلِ ولا کے دل میں مسرت ہے بالعموم

ہر اک ہے تہنیت میں قصیدہ لیے ہوئے

مرضیٔ حق ہے تابع ایمائے فاطمہؑ
کس طرح بر نہ آئے تمنائے فاطمہؑ

آرام سے بدل گئی ایذائے فاطمہؑ
تسکین دل کو سینہ سے چمٹائے فاطمہؑ

بیٹھی ہیں ہاتھ بھر کا کلیجہ لیے ہوئے

نانا نبیؐ، پدر ہیں علیؑ، فاطمہ ہیں ماں
بھائی حسنؑ ہیں حسنؑ میں مشہور دو جہاں

یہ مرتبے نصیب کسی کو ہوئے کہاں
ہے ان پہ چشم رافت خلاقِ انس و جاں

جو ہر طرح شرف کا ہے ذمہ لیے ہوئے

وہ عبدِ خاص خالقِ یکتا حسینؑ ہے
جس کا نہیں جواب وہ بندہ حسینؑ ہے

عیسیٰؑ سے بھی نبیؐ کا مسیحا حسینؑ ہے
وجہِ بقائے ملتِ بیضا حسینؑ ہے

یعنی نبیؐ کے دیں کا ہے ذمّہ لیے ہوئے

بے فیض اس سے رہتے ہیں نا اہل کم سواد
روتا ہوا بھی آئے تو جاتا ہے شاد شاد

فضلِ خدا سے ہے یہی در، وہ درِ مراد
ممکن نہیں یہاں سے کوئی جائے نامراد

جو آئے جس طرح کی تمنا لیے ہوئے

واقف بحکمِ حق جو ہیں عزّ و وقار سے
کاندھے پہ خود رسولؐ چڑھاتے ہیں پیار سے

ان کی خوشی پسند ہے ہر اعتبار سے
سجدہ میں لیتے پشت پہ ہیں افتخار سے

معصوم کیا بلند ہے رتبہ لیے ہوئے

اسلام کی بقا کا سبب ہے اسی کی ذات
اسلام اسی کی وجہ سے ہے کامل الصفات

اسلام کو اسی کے قدم سے ملا ثبات　　جب تو زبانِ حال سے کہتی ہے کائنات

اسلام خود ہے اس کا سہارا لیے ہوئے

اسلام ہو چکا تھا قرین تر ممات سے　　دھوئے تھی ہاتھ ملت بیضا حیات سے

پائی دوبارہ عمر ابد اس کی ذات سے　　کس طرح پھر نہ آئے صدا شش جہات سے

اسلام خود ہے اس کا سہارا لیے ہوئے

فرزند کل ایماں ہے لاریب و لا کلام　　کس طرح ہو نہ قابلِ اکرام و احترام

ہیں اس کی نسلِ پاک سے نو اور بھی امام　　اور آخری کا قائم آلِ عبا ہے نام

جو نظمِ دو جہاں کا ہے ٹھیکہ لیے ہوئے

جس دم حجابِ غیب سے باہر وہ آئے گا　　بیدادِ ظلم و جور کو یکسر مٹائے گا

شان و شکوہ عظمتِ ایماں دکھائے گا　　بازارِ دہر میں یہی آ کر چلائے گا

بیٹھا ہے عدل و داد کا سکہ لیے ہوئے

آغوش میں نبیؐ نے نواسہ کو جب لیا　　اس کے دہن میں اپنی زباں کو بھی دے دیا

پھر دل ہی دل میں خالقِ اکبر سے کی دعا　　اس کی زباں کو میری زباں کر دے اے خدا

تقریر یہ کرے مرا لہجہ لیے ہوئے

دینِ محمدی کا یہ پشت و پناہ ہے　　جو کچھ بقائے حق میں کیا حق گواہ ہے

باقی جو شش جہت میں ابھی لا الٰہ ہے　　پھر تو یہ بات صاف بلا اشتباہ ہے

اسلام خود ہے اس کا سہارا لیے ہوئے

فرزندِ کلّ ایماں ہے واقف ہے شش جہات
دشمن ہے کلّ کفر کا یہ عبدِ حق صفات

زندانیانِ کفر کو دلوائے گا نجات
قدموں پہ اسکے رکھے گی سر جھکا کے کائنات

اتنا بلند آیا ہے رتبہ لیے ہوئے

اس کا تصرف ارض و سبع و سما پہ ہے
انس و جن و ملائکہ یا رسا پہ ہے

ختم رسل کے بعد تمام انبیا پہ ہے
کیا ذکر انبیا کا حق اس کا خدا پہ ہے

مٹھی میں کل خدائی ہے بندہ لیے ہوئے

شبیر کے دہن میں نبیؐ نے جو دی زباں
اہلِ نظر پہ رازِ نہاں ہو گیا عیاں

منشا یہ تھا کہ جان لے ہر ایک بے گماں
اسکی نہیں ہے میری نہیں ہاں ہے میری ہاں

یہ بھی ہے نطق میری طرح کا لیے ہوئے

فطرس ہو صلصیل ہو یا کوئی در پہ آئے
جو در پہ آئے دل کی وہ مانگی مراد پائے

مانگی مراد پائے تو مسرور ہو کے جائے
مسرور ہو کے جائے تو کیوں گن نہ اسکے گائے

یہ سب کے زخم دل کا ہے پھاہا لیے ہوئے

عفو و عطا و لطف و کرم بندہ پروری
ایثار و صبر و ضبط بعنوان سروری

حلم رسول خلقِ حسن زورِ حیدری
وقت نبرد غیض و غضب قہر داوری

اللہ ایک بندہ ہے کیا کیا لیے ہوئے

لاریب یہ امام ہے ابن امام ہے
ذی قدر و ذی وجاہت و ذی احتشام ہے

اس کا شرف جہاں پہ عیاں لاکلام ہے
جبرئیل اس کے در کا اک ادنی غلام ہے

دل میں وفورِ جوشِ تولا لیے ہوئے

صدق و صفا سداد ورع زہد و اتقا | خلقِ عمیم جود و کرم بخشش و عطا
مشکل کشا و عیسیٰ رنجور و رہنما | اس کے سوا خدائی میں کوئی نہیں ملا

اتنے صفات ذات میں تنہا لیے ہوئے

پیغمبرِ خدا کا معین نورِ عین بھی | تسکینِ قلب فاتحِ بدر و حنین بھی
جانِ حسن بھی سیدہ کے دل کا چین بھی | الطافِ کبریا سے ستر مشرقین بھی

سرداریٔ جناں کا بھی تمغہ لیے ہوئے

کوثر پہ جب ہوں عترت و قرآں ایک جا | اور مومنوں کے ساتھ میں ہوں جملہ انبیا
مصروفِ تہنیت میں ہو ہر اک جدا جدا | مولا سے بھی ایک اشارہ پئے خدا

واصفؔ بھی مدح خواں ہے قصیدہ لیے ہوئے

در حالاتِ پاکیزہ جنابِ امام محمد باقرؑ

خیال اک روئے روشن کا جو لے کے روشنی آیا
تو جی اٹھا دلِ مردہ پیامِ زندگی آیا

ہوئیں بیدار خفتہ قوتیں آنکھیں ہوئیں روشن
نظر کے سامنے اب تک نہ تھا جو کچھ بھی آیا

گذر کر سطح سے گہرائی تک آخر نظر پہونچی
جو کچھ بھی تھا خفی وہ رد برد ہو کر جلی آیا

حقیقت پھر رہی پنہاں نہ دنیائے مجازی کی
مثالِ مہر ہر ذرہ لیے تابندگی آیا

پڑے تھے جس قدر پردے وہ اٹھے آنِ واحد میں
نگاہیں جس کی جویا تھیں نظر وہ بھی وہی آیا

نہ چھانی خاک در در کی بنی دل کی کشش رہبر
جسے سمجھے ہوئے تھا دور کھنچ کر پاس ہی آیا

مبارک باد کے غل سے دلِ غمگیں ہوا شاداں
سمجھ میں آ گیا جس کی تمنا تھی وہی آیا

میں کس سے پوچھتا کیوں پوچھتا اور کیا ضرورت تھی
جو آیا سامنے کہتا مسرت سے یہی آیا

علوم انبیا کی اب سنیں گے لوگ تفسیریں
خوشا قسمت جہاں میں باقرِ علمِ نبیؐ آیا

ولا کے جوش میں میں نے بھی اک مطلع کیا موزوں
برائے تہنیت جو حسبِ موقع کام بھی آیا

مبارک ہو امامِ چارمیں کو وہ ولی آیا (م)
جو دے کر قوتِ تشریحِ علمِ ہر نبیؐ آیا

تُہجّد سے بنا دے گا یہ ذرّہ نقطہ نقطہ کو
یہی وہ زود فہم و عقلمند و لوذعی آیا

یہی کھولے گا عقدے علم کے زورِ فراست سے
مٹانے کو یہی دنیا سے جہلِ ابلہی آیا

اسی سے ہوگی ظاہر اور بھی اجداد کی عظمت
یہی وہ واقفِ علمِ خدا و ہر نبیؐ آیا

کھلے گی خوبیٔ علمِ کلام اس کے تکلم سے
زمانہ جان لے گا واقفِ تفسیر بھی آیا

کرے گا سیر یہ دنیا کو آبِ علم و حکمت سے
بافضالِ خداوندی وہ بحرِ لوذعی آیا

اسی سے ہوگی اب ترویجِ احکامِ شریعت بھی
نگہبانِ شریعت ناشرِ علمِ نبی آیا

سخی ابنِ سخی، ابنِ سخی، ابنِ سخی آیا (۴)
امام بن امام بن حسینِ بن علی آیا

وہ عالی مرتبت جس کا تصور غیر ممکن ہے
سراپا یادگارِ پنجتن ہے وہ وصی آیا

خدا کے فضل سے سجدہ ملک کرتے ہیں چوکھٹ پر
علیؑ کی نسل میں پھر پانچواں وہ آدمی آیا

کھلے گا زہد و تقویٰ اور بھی اجداد کا اس سے
یہ وہ معصوم و زاہد پارسا و متقی آیا

درِ عزت پہ اس کے انبیا گردن جھکاتے ہیں
یہ وہ قلبِ نبیؐ آیا یہ وہ جانِ علیؑ آیا

جنابِ سید سجاد کا دل کیوں نہ ہو شاداں
یہی ہے لختِ دل جو وارثِ علمِ نبیؐ آیا

حسینؑ ابن علیؑ دادا ہیں، دادی فاطمہ زہرا
حسن نانا ہیں یہ دونوں طرف سے فاطمی آیا

رسول اللہؐ کا اسمِ گرامی بھی محمدؐ تھا
تعالی اللہ امام اپنا محمدؐ نام ہی آیا

شہادت دیں گے جابر بن عبداللہ انصاری
محمدؐ کا محمدؐ کو سلامِ تحفگی آیا

علوئے نفس اس کا پست فطرت خاک سمجھیں گے
ہر اک ذہنِ رسا جب لے کے عذرِ عاجزی آیا

ہزاروں آرائشیں اس پر تصدق دونوں عالم کی
باین عز و شرف ایسی لیے یہ سادگی آیا

خدا کا خاص بندہ پاک طینت طیب و طاہر
رسولِ حق نے دی جس کی خبر وہ متقی آیا

اسے رفتار سے جابر نے پہچانا محمدؐ ہے
کہا گفتار نے یہ مالکِ علمِ علی آیا

علومِ عقلی و نقلی کا ہر عقدہ کھلا جس سے
یہی حسنین کی اولاد میں وہ لوذعی آیا

پئے یوسف کریم ابن کریم آیا زبانوں پر
امام ابن امام اس کو بتایا جو کوئی آیا

زہے عز و شرافت خضر بھی محتاج ہیں اسکے
دکھائی راہ ہر اک کو جو وقت رہبری آیا

کسی نے بچپنے میں کھیلنے کو کچھ دیے سکّے
جو سکّہ اس میں غصبی تھا نظر میں بھی وہی آیا

زمیں پر آپ نے فوراً اسے پھینکا کراہت سے
اسی نے پھر ملایا لے کے جو تھا آدمی آیا

ہوا جب بار بار ایسا تو اسکی دیکھ کر حیرت
امام چار میں کے لب پہ یہ سرِّ خفی آیا

ہمارے گھر کے ہر چھوٹے بڑے کی ایک طینت ہے
تعجب تجھ کو جو آیا بوجہ ابلہی آیا

ترے سکوں میں شامل تھا یہی اک سکہ غصبی
ہوا نادم، کیا اقرار اس کو یاد بھی آیا

کہا اللہ اکبر یہ بزرگی اور خوردوں میں
مجھے اب تک نظر ایسا نہ بچہ ایک بھی آیا

اماموں کے یہاں بچے امامت لے کے آتے ہیں
دل کمزور میں اب میرے ایمان قوی آیا

نہ کیوں ایسا کرے جو عالم علمِ لدنّی ہو
کوئی اہل بصیرت بھی ہے دھوکہ میں کبھی آیا

سلام اس کے لیے لائے رسول اللہ کا جابر
زمانہ خود کرے انصاف یہ کیسا وصی آیا

لسان اللہ کا پوتا تھا اثر ہوتا نہ پھر کیوں کر
وہی ہو کر رہا جو کچھ زباں پر واقعی آیا

یہ اعجاز و کرامت ہے کہ اس کا حکم پاتے ہی
جو مردہ تھا لحد میں ہو کے زندہ ناجی آیا

دفینہ کا پتہ بتلا گیا فرزند کو اپنے
ندامت سے زباں پر جرم کا اقرار بھی آیا

لے پنج ہزار اس میں سے درہم خود بھی حضرت کو
ہوا یہ نقد با موقع جو حاصل کام بھی آیا

اسی امید میں واصف بھی دروازہ پہ آیا ہے
گیا وہ شاد ہو کر لے کے جو دردِ دلی آیا

قصیدہ در حال حضرت امام جعفر صادقؑ

دور کرنی چاہی جب نظمِ جہاں کی ابتری — کارفرما یوں ہوئی پھر اس میں صنعِ داوری

نور بے پایاں سے اپنے ایک ٹکڑا نور کا — لے کے دو حصے کیے اس کے بچشمِ ظاہری

پیکرِ انسانیت بخشا بہ حسنِ اہتمام — اور دکھائی دونوں کی خلقت میں صنعت گری

ایک سے آباد کی آغوشِ پاکِ آمنہ — فاطمہ بنتِ اسد سے ایک کی گودی بھری

ایک تھے باطن میں دونوں فرق ظاہر کے لیے — ایک کو سایہ دیا اور ایک کو رکھا بری

مصلحت سے اپنی جو سمجھا مناسب وہ کیا — دی امامت ایک کو اور ایک کو پیغمبری

ماسوا اللہ کا کیا مالک حبیبِ پاک کو — بعد پیغمبر علیؑ نے پائی سب کی افسری

ایک کو سرتاج جملہ اولیا اور ایک کو — پیشوائے انبیا و خاتمِ پیغمبری

پھر علیؑ مرتضیٰ سے کر کے معصومہ کا عقد — گیارہ معصوموں کا بخشا ان کو حقِ مادری

کر چکے کارِ ہدایت ختم جس دم پانچ امام — پھر چھٹے کا دور آیا یعنی دورِ جعفری

ابتدا میں جس نے دی تعلیم قولو لا الٰہ — تھا حبیبِ کبریا یعنی نبیؐ آخری

دینِ احمد ہو گیا رائج زمانے میں مگر — کم اشاعت ہو سکی باوصف شانِ برتری

بعد اس کے پانچ اماموں تک یہی عالم رہا — نخلِ دیں پنپا نہ اسکی ہو سکیں شاخیں ہری

ہر امام آماج گاہِ ظلمِ بدخواہاں رہا — کر سکا کوئی نہ خواہش کے مطابق رہبری

ہو چکا تھا زورِ عباسی حکومت کا شروع ۔۔۔ اور اولادِ امیہ کا تھا دورِ آخری
دشمنِ آلِ محمدؐ ان میں تھا ہر اک گروہ ۔۔۔ گتھ گئے آپس ہی میں دونوں پئے غارت گری

جب امام جعفرِ صادق کا دور آیا تو پھر ۔۔۔ یہ رہے کچھ دن زمانے کے تظلم سے بری
سانس لینے کا ذرا موقع جو پایا برمحل ۔۔۔ پھر نکالی خوب ہی حسرت جو تھی دل میں بھری
ہر طرف ہونے لگی ترویجِ دینِ مصطفےٰ ۔۔۔ اور ہوئی گم گشتگانِ راہ کی بھی راہبری
روشنی ایماں کی پھیلی کفر کی ظلمت گھٹی ۔۔۔ مہرِ دیں نے چڑھ کے سمت الراس کی جلوہ گری

جعفرِ صادق نے اس کو اتنی شہرت دی کہ پھر ۔۔۔ دینِ احمدؐ ہو گیا مشہور دینِ جعفری
طالبِ خوشنودیٔ مولا اگر ہے دل سے تو ۔۔۔ لکھ قصیدہ شان میں تو بھی بطرزِ حُمیری
ہے خوشی کا وقت واصف مدح میں مطلع سنا ۔۔۔ اور لے ممدوح سے انعامِ مدحت گستری

(م) آپ کے ہوتے کسے زیبا ہے شانِ برتری ۔۔۔ آپ ہی کے واسطے ہے مسندِ پیغمبری
آپ کو از بر علومِ انبیائے ماسبق ۔۔۔ کس میں ہمت ہے تبحر میں کرے جو ہمسری
آپ کے قبضہ میں دنیا آپ کے قبضہ میں دیں ۔۔۔ صورتِ اجداد پائی دو جہاں کی افسری
ہے زمیں سے آسماں تک حکم نافذ آپ کا ۔۔۔ انس و جنات و ملک کرتے ہیں فخر چاکری
ہر غلام آزاد کے سر پر رہا شفقت کا ہاتھ ۔۔۔ جس کا جی چاہے وہ سیکھے آ کے بندہ پروری
ہر حکیم و فلسفی کو بحث میں چپ کر دیا ۔۔۔ بخش دی خالق نے ایسی علم میں دانشوری
حکمرانی آپ کو حاصل ہے بر و بحر پر ۔۔۔ تابعِ فرماں ہے بے چون و چرا خشکی تری
آپ چاہیں تو بدل دیں بخت کی تحریر بھی ۔۔۔ ہو اگر بدتر تو پھر دکھلائے شکلِ برتری

جس کے حق میں آپ خالق سے دعا کر دیں تو پھر
ہو فقیر بے نوا تو پائے تاجِ افسری

کیجئے واصف پر بھی چشمِ کرم للّٰہ اب
آپ سے پنہاں نہیں دل کی تمنائیں مری

در منقبت حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

زباں پر جب باخلاص آئے نام موسیٰ کاظم
نہ کیوں جھک جائے دل بہر سلام موسیٰ کاظم

اب و جد ہی کی صورت تاجدار دین و دنیا ہیں
امام ہفتمیں یعنی امام موسیٰ کاظم

وہی زہد و ورع تقویٰ وہی طرز ہدایت بھی
وہی اعمال و اقوال امام موسیٰ کاظم

اسی صورت سے تبلیغ و اشاعت دین برحق کی
اسی رفتار پر ہر ایک گام موسیٰ کاظم

نبی و مرتضیٰ حسنین و عابد باقر و صادق
یہی سب ہیں اب و جد امام موسیٰ کاظم

اسی ہیئت سے سینہ مخزن علم لدنی بھی
وہی مخصوص معلومات عام موسیٰ کاظم

صفات ظاہر و باطن میں آئینہ محمدؐ کا
بر ایں معنی محمدؐ ہیں امام موسیٰ کاظم

ہوا وہ مست عرفان خدائے برتر و بالا
ذرا بھی جس نے پی صہبائے جام موسیٰ کاظم

مقر ہر ایک دشمن بھی ہے تنظیم ولایت کا
وہ پاکیزہ ہے نظم و انتظام موسیٰ کاظم

بہ مجبوری عدو تک عبد صالح کہہ اٹھے آخر
عبادت میں جو دیکھا التزام موسیٰ کاظم

فصاحت میں بلاغت میں صداقت میں جلالت میں
کلام اللہ کی صورت کلام موسیٰ کاظم

صفت ہے رہگذر کی آپکے ہی پائے نام اب تک
یقیناً آپ کاظم ہیں امام موسیٰ کاظم

ملازم تھے مگر پروا نہ کی کچھ حکم حاکم کی
تھے زنداں یاں اسیر احترام موسیٰ کاظم

زہے رعب امامت ہو گئی ناکام ہر کوشش
ہوئے ہاروں کے چاکر تک غلام موسیٰ کاظم

بن یقطین کا تقویٰ اور جنت نفس ہارونی   تھے مثل آئینہ پیش امام موسیٰ کاظم
قمیص و نقد واپس کر کے تجدید وضو لکھ دی   اسی سے ہے عیاں علم امام موسیٰ کاظم
ہوا قتل اس خطا پر طالقانی حکم ہاروں سے   لیا کیوں بہرۂ اعجاز نام موسیٰ کاظم
کچھ ایسا ہے خدا داد احتشام موسیٰ کاظم   (۴)   کہ پورا ماسوا اللہ ہے غلام موسیٰ کاظم
محمدؐ کی طرح یہ بھی محمدؐ ہیں دو عالم میں   جو ان کا تھا بعینہ ہے مقام موسیٰ کاظم
پسند آئے کسی کی چال کیا اللہ والوں کو   کہ جب دل میں کیے ہے گھر خرام موسیٰ کاظم
زمانے نے خوشی کے بدلے رنج و غم دیئے ایسے   کبھی دیکھا نہ لب پر التیام موسیٰ کاظم
فقط اک بار تجدید وضو چوبیس گھنٹے میں   یہ تھا بہر عبادت التزام موسیٰ کاظم
بلندی اس قدر ہے کاخ اوصاف حمیدہ کی   تصور بھی نہیں چھو سکتا بام موسیٰ کاظم
نہیں سمجھے کسی صورت تو کچھ انساں نہیں سمجھے   درندے تک سمجھتے تھے کلام موسیٰ کاظم
نماز پنج گانہ، نافلہ، روزہ، نماز شب   یہ تھے لیل و نہار و صبح و شام موسیٰ کاظم
بجا قرب خدا حاصل ہے مثل احمد مرسل   انھیں سے تو ہے نسلاً انضمام موسیٰ کاظم
اگر کاظم نہ ہوتے تو پئے اعدائے دیں بنتی   نگاہِ قہر تیغ بے نیام موسیٰ کاظم
رہی شمع عبادت ضوفشاں تاریک زنداں میں   نہ کیوں روشن ہو مثل صبح شام موسیٰ کاظم
ستم ڈھائے ہیں جن لوگوں نے ایسے عبد صالح پر   خدا خود لے گا ان سے انتقام موسیٰ کاظم
بظاہر کچھ نہ بن آئی تو پھر خفیہ ستم ڈھایا   ہوئے آخر شہید سم امام موسیٰ کاظم
غلط ہے ابن شاہک اور یحییٰ کو جو کہتے ہیں   تھا ہاروں دشمن جان امام موسیٰ کاظم

اتاریں موت نے جب بیڑیاں تب نکلے زنداں سے
رہا چودہ برس محبس مقامِ موسئ کاظم

الٰہی واسطہ تجھ کو اسی ذاتِ مطہر کا
خطائیں بخش وآصف کی بنامِ موسیٰ کاظم

حریصِ مال و زر کو بخش دے دولت قناعت کی
بحقِ احمدِ مرسلؐ بنامِ موسیٰ کاظم

قصیدہ در شان امام رضا علیہ السلام

غریب و بے وطن و بے نوا سلام علیک
ملول و بیکس و بے آشنا سلام علیک

پکاریں بعد خدا کس کو ناتوان و فقیر
معین فاقہ کش و بے نوا سلام علیک

کہاں مدینہ کہاں خوابگاہ ارض طوس
اسیر غربت بے انتہا سلام علیک

پڑھی زیارت اگر دور سے بدل نزدیک
اسی یقیں پہ کہ تو ہے سنا سلام علیک

شہید زندۂ جاوید ہے خدا کی قسم
سنے نہ تو، نہیں ممکن مرا سلام علیک

سلام سنت و واجب سلام کا ہے جواب
میں روز کرتا ہوں صبح و مسا سلام علیک

خموشیوں کا سبب تری مصلحت جانے
میں اپنا چھوڑ دوں کیوں مشغلہ سلام علیک

ہوئے ہیں کہنے کو یوں تو بہت غریب وطن
غریب تجھ سا نہ کوئی ہوا سلام علیک

دُرِ خوشاب یم مرتضیٰ سلام علیک (م)
گل حدیقۂ خیر النساء سلام علیک

علیؑ کی خنکیٔ چشم و بہار باغ نبیؐ
سرور فاطمہ و مرتضیٰ سلام علیک

علیؑ کے بعد سے اے ہشتمیں امام ہمام
امین علم رسولؐ خدا سلام علیک

کسی کو کب یہ ملا سلسلہ ابوت کا
فرید داشرف ذی مرتبہ سلام علیک

ترے شرف کو زمانہ میں کون سمجھے گا
شریک سلسلۂ اوصیا سلام علیک

جہاں میں جب ہوا روشن یہ سلسلہ ذہبی
محدثین نے بھی بڑھ کر کہا سلام علیک

بخلق مرجع شاہ و گدا اسلام علیک (۴) بر زہد خاصۂ رب العلا سلام علیک

سوائے ذکرِ خدا کا رہائے دنیا سے ۔ نہ رکھنے والے کوئی واسطہ سلام علیک

صلوۃ و صوم و تہجد میں روز و شب معروف ۔ ولی و متقی و پارسا سلام علیک

ہے تو بھی فضل خدا سے بصورتِ اجداد ۔ امیر و رہبرِ خلقِ خدا سلام علیک

ہر اختیار پر مجبوریاں بھی کر لیں قبول ۔ مطیع مصلحتِ کبریا سلام علیک

قبول کی ولی عہدی پئے حفاظت جاں ۔ مطیع حکم خدا مرحبا سلام علیک

سمجھ کے مرضیٔ خالق بقا کی فکر نہ کی ۔ پسند کر لیا زہرِ دغا سلام علیک

خبر تھی علم امامت سے کیسے ہیں انگور ۔ نہ کرنے والے کوئی اعتنا سلام علیک

بنا تجرِ علی سبب عداوت کا ۔ نشانۂ ستمِ ناروا سلام علیک

وجوہ تسمیۂ اسم پاک روشن ہیں ۔ ادب سے کیوں نہ کہیں باصفا سلام علیک

خلافِ مرضیٔ خالق کبھی قدم نہ اٹھا ۔ رضا و سالکِ راہِ رضا سلام علیک

خدا کے بعد رسولؐ و امام سب راضی ۔ بجا ہے اسم مبارک رضا سلام علیک

موافق اور مخالف سے ربطِ خلقِ عظیم ۔ خلیق مثلِ رسولِ خدا سلام علیک

جو آیا بحث کو اک جاثلیق نصرانی ۔ تو اس نے ہو کے مسلماں کہا سلام علیک

عظیم خلق کے مالک نمونۂ تہذیب ۔ مثالِ حضرت خیر الوریٰ سلام علیک

نہ دل کسی کا دکھایا نہ دی کوئی تکلیف ۔ بغیر وجہ اسیرِ بلا سلام علیک

یقین ہے خلق سے تیرے کہ تو کریگا قبول ۔ جو پیش کرتے ہیں اہلِ ولا سلام علیک

بھلا نادِ اصفِ مداح کو نہ روزِ شمار ۔ شفیعِ حامیٔ روزِ جزا سلام علیک

پیام صاحب کے قصیدے کی تضمین بسلسلہ پندرہ شعبان

گلخنِ کفر سے ایماں کا شجر پیدا کر — سنگ ریزوں سے گہر آب سے زر پیدا کر
تودۂ برف سے آتش کے شرر پیدا کر — آگ کو پھول بنانے کا ہنر پیدا کر
دلِ ابوذر کا تو سلماں کا جگر پیدا کر

جاں گسل جو نہ ہو وہ راہ گذر پیدا کر — غم سے دل بھول خوشی سوزِ جگر پیدا کر
ہو خجل، اشکِ ندامت کے گہر پیدا کر — دردِ دل، داغِ وفا، دیدۂ تر پیدا کر
ہے سفر دور کا کچھ زادِ سفر پیدا کر

راہِ تاریک پہ قسمت نے جو ڈالا تجھ کو — سخت اندھیرے سے کبھی پڑ جائیگا پالا تجھ کو
پھر تو ممکن ہے کہ ڈس لے یہی کالا تجھ کو — بجھ گیا دل تو ملے گا نہ اجالا تجھ کو
لاکھ خورشید بنا لاکھ قمر پیدا کر

حسنِ صحت سے دماغی جو نہیں کوئی خلل — یاد رکھ آج جو صورت ہے رہے گی نہ وہ کل
ابدی عیش کو لے، کوشکِ فانی سے نکل — دے سکیں گے نہ سکوں دل کو فلک بوس محل
ہو سکے گر تو کسی دل میں بھی گھر پیدا کر

چاہتی تھی جنھیں فطرت وہ بھلا دیں راہیں — راہ پر پیچ میں سیدھی سی بتا دیں راہیں
جو نگاہوں سے نہاں تھیں وہ دکھا دیں راہیں — ہو مبارک کہ خلاؤں میں بنا دیں راہیں

دل کی دنیا میں کبھی اک راہ گذر پیدا کر

نورِ ایماں کا اثر دل میں نہ تھا کچھ نہ ملا　　جاں ہتھیلی پہ رہی زر بھی پھنکا کچھ نہ ملا
فائدہ مند جو ساماں نہ ملا کچھ نہ ملا　　چاند پر جا کے بھی مٹی کے سوا کچھ نہ ملا

چاند اتر آئے جہاں خودی وہ گھر پیدا کر

آنکھ کھلتی نہیں منزل کی طلبگاری ہے　　پھر جنوں کہتے ہیں کس کو جو یہ ہشیاری ہے
دل میں شک، مردِ عمل خواب کہ بیداری ہے　　علم بے سوزِ یقیں ذہن کی بیماری ہے

نظریے تو بنائے ہیں، نظر پیدا کر

خوش ہو مسجود کبھی تب تو جبیں ہے سجدہ　　حوصلہ ہو تو نہیں دور، قریں ہے سجدہ
یوں تو آسان سرِ عرشِ بریں ہے سجدہ　　ان کے قدموں میں کوئی کھیل نہیں ہے سجدہ

جو کسی در پہ نہ جھکتا ہو وہ سر پیدا کر

تھا سراپائے نبی مظہرِ انوارِ خدا　　سنگریزوں نے گواہی بھی دی کلمہ بھی پڑھا
جو تھا انسان شقی اس پہ اثر کچھ نہ ہوا　　بولہب ذاتِ محمدؐ کو نہ پہچان سکا

منکرِ دید، ابوطالب کی نظر پیدا کر

روشنی مہرِ حقیقت کی کدھر سے آئے　　روشنی ماہِ سعادت کی کدھر سے آئے
روشنی نورِ نبوت کی کدھر سے آئے　　روشنی شمعِ امامت کی کدھر سے آئے

دل کی دیواروں میں پہلے کوئی در پیدا کر

ڈال رکھے ہیں تغافل نے یہ پیارے پردے　　دے نہیں سکتے دل افروز اشارے پردے

عشقِ شبیر کے پائیں جو سہارے پردے — اب بھی اٹھ جائیں گے اک آن میں سارے پردے

کربلا جذب ہو جس میں وہ نظر پیدا کر

ظلم پھر بار علالت ہے محمدؐ کو پکار — پھر وہی کفر و ضلالت ہے محمدؐ کو پکار

پھر اگر خواہشِ نصرت ہے محمدؐ کو پکار — پھر محمدؐ کی ضرورت ہے محمدؐ کو پکار

کشش آہوں میں تو نالوں میں اثر پیدا کر

خوشیاں مفقود ہوئیں اب ہے ہجومِ آلام — ایسی غفلت میں نہ ہو جائے کہیں کام تمام

روشن آغاز تھا کل آج ہے تاریک انجام — دے صدا ساکنِ غیبت کو کہ اے نورِ تمام

رات ڈس لینے کو ہے آ کے سحر پیدا کر

پھر یہ انسان ہے اخلاص و مروت کا کھنڈر — پھر یہ انسان ہے تہذیب و شرافت کا کھنڈر

پھر یہ انسان ہے ایمان و صداقت کا کھنڈر — پھر یہ انسان ہے اخلاق و محبت کا کھنڈر

پھر کوئی صورتِ تعمیرِ بشر پیدا کر

مظہرِ جلوۂ حق آئینۂ شانِ علیؑ — یوں تو کفر سے حیران ہیں غلامانِ علیؑ

جلد آ کر کے علم صارم و برّانِ علیؑ — اپنے دادا کی طرح اے جگر و جانِ علیؑ

کعبۂ امن و اماں ہند سے در پیدا کر

مائلِ کفر کو پھر کاملُ الایمان بنا — معرفت کم ہے جنھیں جامعِ عرفان بنا

جن کو ہو وہم و گماں صادقُ الایقان بنا — ایسی بگڑے ہوئے انسان کو انسان بنا

نار سے نور تو شیشوں سے گہر پیدا کر

دے وہ دل جو کرے ہر سانس عبادت تیری — دے وہ دل جس کو ہو محبوب مشیت تیری
دے وہ دل جس پہ کرے ناز عقیدت تیری — دے وہ دل جس میں دھڑکتی ہو محبت تیری

جو ہو شائستۂ جلوہ وہ نظر پیدا کر

اہلِ ایماں کریں کیا جائیں کدھر تیرے بغیر — رنگِ حالات ہیں اب نوعِ دگر تیرے بغیر
کام چلتے نہیں آتا ہے نظر تیرے بغیر — معجزہ کہتے ہیں قرآں کو مگر تیرے بغیر

آیتیں کرتی ہیں فریاد اثر پیدا کر

کھائے لیتا ہے مرے دل کو یہ غم کا احساس — اس کی پیشانیٔ خنداں پہ برستا ہے ہراس
اپنے مستقبلِ روشن سے اسے ہے کیا یاس — دیکھ وہ گنبدِ خضرا کے منارے ہیں اداس

خاکِ یثرب میں کوئی رنگِ دگر پیدا کر

جیتے جی ہائے کچھ اس طرح کا دکھ درد سہا — خانۂ آرزو تک ظلم سے مسمار ہوا
گوشِ شنوا ہو تو سن سکتا ہے پیہم بخدا — آج بھی تربتِ زہرا سے یہ آتی ہے صدا

میرے ارمانوں کے ویرانے میں گھر پیدا کر

ہر طرف سے غم و آلام نے ایسا گھیرا — تا قیامت نہ ہو شاید کہ خوشی کا پھیرا
مجھ کو دے دے کے ہے بس ایک سہارا تیرا — تیرہ صدیوں سے تڑپتا ہے یونہی دل میرا

کچھ مداوائے غمِ تشنہ جگر پیدا کر

عرضِ صبحِ وطن غربت و شبہائے دراز — رہنے دیتا نہیں خاموش دلِ سوز و گداز
رشکِ عیسیٰ نہیں تجھ سا کوئی بیمار نواز — آتی ہے اب بھی سکینہ کی لحد سے آواز

شام میں آج بھی ہے شام، سحر پیدا کر

خود زباں پر مری آجائے کرے کوئی نام — ہوں کسی حال میں کرتا ہوں با عزاز سلام

اپنے واصفؔ کی طرح اسیر بھی ہو رحم دوام — ہے تری اک نگہِ لطف کا محتاج پیام

فکرِ دعبل کی فرزدق کی نظر پیدا کر

"قصیدہ برائے پندرھویں شعبان"

ملتی ہے اسے لذت ہر رنج میں راحت کی
دنیا ہی نرالی ہے بیمار محبت کی

تنہائی اسے محفل، محفل اسے تنہائی
فرقت میں یہ ہوتی ہے افتاد طبیعت کی

ہنسنے کو ترستا ہے ناکام تمنا ہے
جب دیکھیے چہرہ پر سرخی ہے بشاشت کی

امید کا دامن ہے یوں دستِ تپش میں
شرماتی ہے مایوسی کیا بات ہے ہمت کی

جلوت کے تصور میں کرتا ہے بسر شب کو
رشک سحر وصلت ہر رات ہے فرقت کی

گھٹ گھٹ کے رہا لیکن تسکین کی خواہش میں
درد دل مضطر کی اک دن نہ شکایت کی

جذبات نے جب ضد کی رو دیا مگر آہستہ
واللہ کہ حد کر دی آداب محبت کی

اترے ہوئے چہرہ نے روئی ہوئی آنکھوں نے
ہر صبح حکایت کی حال شب فرقت کی

تاریکی کاشانہ کیوں رنج کا باعث ہو
پھیلی ہے ضیا شمع داغ غم فرقت کی

ٹھانے ہوئے بیٹھے ہیں وہ آئیں تو کہہ ڈالے
حد کر دی خدا رکھے الطاف و عنایت کی

دعوائے مسیحائی اور اس پہ تغافل یہ
دے داد کوئی کیوں کر اس شان خداقت کی

جس بات کا دھڑکا تھا وہ دیکھ لو آنکھوں سے
کیوں لی نہ خبر پہلے کس واسطے غفلت کی

اب مدح میں اے واصف مطلع بھی کوئی پڑھ دو
بس ختم کرو باتیں شکوہ کی شکایت کی

قائل نہ ہو کیوں دنیا اعجاز و کرامت کی　　کس ہادیٔ دوراں نے اس طرح ہدایت کی

اپنے میں اگر پائے کچھ طاقت نظارہ　　خورشید بلائیں لے اس چاند سی صورت کی

ہے ابر کے پردہ میں خورشید ضیا گستر　　یوں روشنی پھیلی ہے اس نور حقیقت کی

نظروں سے ہے پنہاں لیکن قبضہ میں خدائی ہے　　ہے فہم سے بالاتر یہ شان حکومت کی

بھولے ہوئے بیٹھے ہو کیوں اپنے فقیروں کو　　ہر بیکس و عاجز کی تم نے تو حمایت کی

طوفان میں بیڑا ہے اب آپ کے واصف کا
کیا اور کوئی ساعت آئے گی اعانت کی

در مدح جناب امام عصر عجل اللہ ظہورہٗ

تلاطم میں ہے کشتی اور نہیں ہے کوئی کشتی باں
جدھر چاہے بہا لے جائے زورِ موجِ طوفاں

شکستہ صرف لنگر ہی نہیں شومئی قسمت سے
نہیں ہے بادباں بھی کوئی جز آہِ دلِ سوزاں

جہاں تک کام کرتی ہے نظر مفقود ہے ساحل
سہارا ایک تنکے کا نہیں اور بحرِ بے پایاں

دلِ بے دست و پا سے رخصتِ تاب و تحمل ہے
چھٹا جاتا ہے دستِ ضبط سے اب صبر کا داماں

بجائے ناخدا قبضہ میں ہے بادِ مخالف کے
نظر آتا ہے اب کشتی کا اپنی اور ہی ساماں

دلِ بے تاب پہلو میں تڑپتا ہے بصورتِ بسمل
کفِ ہر موج میں گویا ہے اک اک خنجرِ براں

قیامت خیز مد و جزر ہے بحرِ تمنا میں
تھپیڑوں میں امید و بیم کے ہے کشتیِ ارماں

بہا جاتا ہوں اک نخجا کو یوں میں مبتلائے غم
کبھی نالاں کبھی گریاں کبھی لرزاں کبھی حیراں

خدا معلوم اس کو بھی خبر ہے یا نہیں میری
رواں ہے جس کے باعث سے جہازِ عالمِ امکاں

نہاں و آشکارا ایک ہے جس کے لیے واصف
وہ ناواقف ہو تیرے حال سے اس کا کہاں امکاں

مخاطب کر کے پڑھ مطلع کوئی گر تو مدد چاہے
ہوئی جاتی ہیں دم بھر میں سبھی سب مشکلیں آساں

فقیروں کی طرح رکھتا نہیں ہوں اور کچھ ساماں
مگر ہاں نذر کو حاضر ہے یہ جانِ دلِ سوزاں

مرادتم جو چشم بد سے پہونچے کوئی بھی صدمہ
کسی صورت اٹھاؤ تو نقاب چہرۂ تاباں

نکل آکر پردۂ غیبت سے تا محنت سوارت ہو
دکھائے کس کو چشم خوں فشاں رنگینیٔ داماں

خدا رکھے تمہیں ساری خدائی میں تمہیں تم ہو
نہیں ہے کوئی تم سا زیب بزم عالم امکاں

کہاں تک چاہنے والوں سے پردہ کوئی حد بھی ہے
اٹھاتے کیوں نہیں آخر نقاب چہرۂ تاباں

ابھی کھل جائے گا فرق تماشائی و شیدائی
نہ آئے گا مجھے غش میں نہیں ہوں موسیٔ عمراں

سنادو مطلع تازہ برنگ خاص اے واصف
بنے ہر غنچۂ دل جوش مستی سے گل خنداں

اسے تشبیہ دوں کس سے نہایت عقل ہے حیراں (م)
کہ جو موجود ہو اور چشم ظاہر سے رہے پنہاں

زیارت کے تری مشتاق ہیں عیسیٰ سے پیغمبر
ہمیں تنہا نہیں خواہان دید اے خاصۂ یزداں

ولادت نے تری عزت بڑھا دی اس مہینہ کی
بجا ہے جس قدر بھی اب ہو نازاں نیمۂ شعباں

جو کچھ رونق ہے دنیا میں ترے قدموں کا صدقہ ہے
نہ ہوتا تو تو کب ہوتا یہ نظم عالم امکاں

ترے آنے سے اے شمع ہدایت نور حق پھیلا
مٹایا ظلمت باطل کو تو ہی نے ترے قرباں

زمین سامرہ تو شاد ہو اللہ کی قدرت
رہے محروم وہ دل جس میں تیرا اس قدر ارماں

تمہیں ہو قائم آل عبا مہدیٔ دین بادی
مرے اس قول حق کی ہے مصدق آیت قرآں

مبارک ہم جس نہا تو ان کو ہو فرزند جاں پرور
مبارک طالبان حق کو ادراک بادی ایماں

سناؤں حال دل کیا واقف سر و علن خود ہو
جو تم چاہو تو بھر جائے در مقصود سے داماں

در منقبت امام آخر الزماں علیہ السلام

کسی صورت بصیرت دیدۂ دل میں اگر آئے
تو پھر ہر ذرہ میں اک جلوۂ پنہاں نظر آئے

وہ جلوہ پرفشانی جس کی گر تحمل بصارت ہو
تو آنکھوں سے نہاں کثرت ہو اور وحدت نظر آئے

وہ جلوہ جس کا نظارہ کسی صورت نہیں ممکن
نگاہِ عشق خیرہ ہو مقابل میں اگر آئے

بجا ہے جس کے نظارہ کا خواہاں ہر کس و ناکس
مگر ہو جس میں اہلیت اسی کو وہ نظر آئے

وہ جلوہ جو کہ موسیٰ سے نبی کے ہوش گم کر دے
وہ جلوہ جس کے نظارہ سے منہ کو دل جگر آئے

وہ جلوہ جس کی گنجائش دلِ پر نورِ عارف میں
وہ جلوہ چشمِ ظاہر سے نہ ہرگز جو نظر آئے

وہ جلوہ جس کی ضد ثابت ہو دعویٰ لن ترانی کا
ہزار اپنا کلیجہ تھام کر صاحب نظر آئے

بذوقِ آفرینش جس کی اک ادنیٰ سی جنبش سے
نقوشِ ہستی معدوم دم بھر میں ابھر آئے

وہ جلوہ جس سے عالم کا ہوا ظلمت کدہ روشن
وہ جلوہ جو نظر آئے تو پھر سب کچھ نظر آئے

وہ جلوہ جس سے مسجودِ ملائک بن گئے آدم
وہ جلوہ جس کے مظہر خلق میں با کر و فر آئے

وہ جلوہ جس کے مظہر چار دہ معصوم دنیا میں
زیارت جن کی کرنے کے لیے شمس و قمر آئے

شبِ معراج کانپ اٹھے ملک جس کی جلالت سے
وہ جلوہ جس کو اک بندہ خدا کا دیکھ کر آئے

غضب ہے گر اصلی جھلک دکھلائے وہ لیکن
بدل دے بھیس جس دم رحمتِ عالم نظر آئے

کہیں چمکے تو پڑ جائیں کسی کی جان کے لالے
کہیں چمکے تو تازہ مژدۂ رحمت اتر آئے

سر طور آئے تو آئے وہ جلوہ صاعقہ بن کر
اگر غاراں پہ آئے صورت خیر البشر آئے

وہ جلوہ جس کی ضو شمس رسالت فیض سے چمکے
امامت کی قبا پہنے ہوئے بارہ قمر آئے

انھیں اقمار میں سے اک قمر لخت دل زہرا جس
کہ جس کی روشنی میں ہر جگہ ایمان نظر آئے

پسند اس کو کسی کا حسن کیونکر آئے قمر آئے
جیسے آئینہ دل میں تری صورت نظر آئے

کرے وہ ماں نہ کیونکر ناز خوبی مقدر پر
کہ جس کی گود میں مہدی دوراں سا پسر آئے

امام و مقتدائے اہل عالم پیشوائے دین
اب جد کی طرح دنیا میں بن کر راہبر آئے

نبوت ختم احمد پر امامت ختم ہے ان پر
بتا دے اور کوئی فرق جس کو کچھ نظر آئے

امام عسکری کی شادمانی حق بجانب ہے
وہ کیونکر خوش نہ ہو جس کا دلی ارمان بر آئے

امام منتظر مہدی حجت قائم و صالح
لقب جن کے ہیں یہ اتنے آج وہ عالی گہر آئے

فقیروں سے بہ شفقت پیش آئے خاکساری سے
جلیل ایسے جہاں میں ہو کے شاہ بحر و بر آئے

امام ایسے کہ جن کی اقتدا کرنے نبی ہو کر
زمیں پر آسماں سے حضرت عیسیٰ اتر آئے

یہ قائم ہیں انھیں کی ذات سے آباد و قائم ہے
نہوں گر یہ تو پھر دنیا میں خاک اڑتی نظر آئے

نبی کی صورت اور سیرت علی کی شان خالق ہے
نبوت اور امامت ایک پیکر میں نظر آئے

کہا تحریر یہ جار الحق نے مل کر زور بازو سے
جب آئیں ہم تو پھر دنیا میں کیوں باطل نظر آئے

یہ ہم نام محمد میں اثر بخشا ہے خالق نے
غریق بحر عصیاں نام لیتے ہی ابھر آئے

حجاب غیب میں رہ کر خبر ہر بات کی رکھنا
خدا کی شان بندہ میں نہ پھر کیوں کر نظر آئے

خدا شاہد ہے اس صورت میں کوئی بھی نہیں آیا
جہاں میں یوں تو آنے کو بہت سے راہبر آئے

وزیر اک شہر میں رہتا تھا بد انجام و بد طینت
کہ ہر مومن کو غصہ ایسے نافرجام پر آئے

لکھا ہے نادر شیریں کا مرد اک اس کے گھر میں تھا
نہ جانے حضرت شیطاں کیا تعلیم کر آئے

بنائے چند سانچے اس نے مٹی کے بصد مدت کہ جن کے واسطے سے نقش انار گل پر ابھر آئے
مسرت تھی اسے کامل اس اپنے فعل ناقص پر مگر ہاں مبتدا کہتا تھا دیکھو کیا خبر آئے
کیا اس شعبدہ بازی کو اس نے معجزہ ظاہر نہ سمجھا کذب میں کیوں کر صداقت کا اثر آئے
انوکھی بات اور وہ بھی وزیر خاص کے گھر میں بھلا کیوں کر نہ گوشِ شاہ تک اس کی خبر آئے
نہ پوچھو خیر جتنے اہلِ ایماں تھے لرز اٹھے انار آئے جو پیشِ شاہ لیکر نارِ شر آئے
جو تھے شیعوں میں عالم ان کو بلوا کر کہا شہ نے کہ یہ دعویٰ جو باطل ہو تو تجھ کو حق نظر آئے
تشیع سے محبت میں جسے بھی قتل کا ڈر ہو سند وہ مذہبِ برحق کی لے کر جلد تر آئے
بھلا ایمان والے مکر کی باتوں کو کیا سمجھیں غرض کچھ دن کی مہلت لے کے اپنے اپنے گھر آئے
کیا پھر مشورہ باہم اسی سے پوچھیے چل کر کہ جس غائب کے اکثر معجزے ہم کو نظر آئے
دلِ بیتاب پہلو میں طپاں تھا صورتِ بسمل تو اک صحرا کے گوشہ میں یکے بعد دگر آئے
دلِ مضطر سے جب نکلیں دعائیں پردۂ شب میں یکا یک لطفِ خالق سے امامِ منتظر آئے
مسرت نے مٹایا رنج و غم کو آنِ واحد میں درِ مقصود سے دامانِ خالی پر گہر نظر آئے
بہ شفقت آ کے مولا نے بتایا بھید جو کچھ تھا کہ جس سے عقلِ انسانی کو چکر سر بسر آئے
پلٹ کر آئے جب عالم تو بے خوف و خطر آئے کہ جس کے نام لیوا تھے سب اس سے پوچھ کر آئے
جلا آئینۂ دل کی بڑھی ایماں میں زور آیا جمالِ قائمِ آلِ محمدؐ دیکھ کر آئے
وزیرِ روسیہ ہارا کھلا سب رازِ سلطانؑ کو حقیقت میں جو حق پر تھے وہ بازی جیت کر آئے
پریشانی نہ جمعیت سے بدلے غیر ممکن ہے پئے امداد جب مہدیؑ دین ساز ابھر آئے
بہت اکتا گیا دل ظلمتِ کفر و ضلالت سے حجابِ غیب اٹھے اب کہیں جلوہ نظر آئے
ترے جد حیدرِ کرار ہیں تو بھی اگر آئے م رکاب پاک سے پٹی ہوئی فتح و ظفر آئے

امامت کی طرح جرأت بھی پائی ہے وراثت میں
بھلا کیوں کر نہ تو دنیا میں بن کر مقتدر آئے

ترا رتبہ ہے مصفا بہر حق ہیں بزمِ عالم میں
وہ آئینہ کہ جس میں چہرۂ ایمان نظر آئے

مرے ایمان میں اب وہ تاب پیدا ہو نہ پھر کیوں کر
زبانِ پر نام تیرا جبکہ اے عالی گہر آئے

ظہورِ قائم آلِ محمدؐ جلد ہو یا رب
زمانہ منتظر ہے جس کا اب وہ منتظر آئے

بہت دن ہو گئے تیغ علی کو میاں میں رہتے
سرِ اعدا پہ پھر بجلی سی لہراتی نظر آئے

شکایت خادمانہ رنگ میں کرنے چلو دا صف
خموشی پھر نہیں زیبا ہے جب دل غم سے بھر آئے

بہار ایسی گذاریں ہم نے راتیں جن کی فرقت میں
خدا رکھے وہ آئے بھی تو یوں منھ پھیر کر آئے

نہ پوچھا حال کچھ تدبیر دردِ دل نہ بتلائی
مریضِ غم کی خاطر خوب بن کر چارہ گر آئے

زمینِ سامرہ ہے جس تو ہو آباد قدموں سے
دلِ پر شوق عاشق آہ ویرانہ نظر آئے

در منقبت جناب صاحب الامر علیہ السلام

قلب میں مومن کے یادِ کردگار اپنی جگہ
بر ملا دنیا کے جائز کاروبار اپنی جگہ

کیوں نہ پہلو میں رہے دل بیقرار اپنی جگہ
کارفرما ہے نگاہِ فتنہ کار اپنی جگہ

اس طرف پہلو میں دل ہے بیقرار اپنی جگہ
اس طرف تیرِ نظر ہے فتنہ کار اپنی جگہ

عشق کے پہلو میں قلب داغدار اپنی جگہ
اور گلوئے حُسن میں پھولوں کا ہار اپنی جگہ

عشق کی ہے کوشش دیدارِ یار اپنی جگہ
حسن کا جلوہ ہے پیہم برق بار اپنی جگہ

بجلیاں ہوتی رہیں گی شرمسار اپنی جگہ
آشیاں بنتا رہے گا بار بار اپنی جگہ

ہو نہ جب اپنی وفا کا اعتبار اپنی جگہ
دوسروں کو کیوں بنائے ذمہ دار اپنی جگہ

نشہ میں سرشار سارے میگسار اپنی جگہ
چشم ساقی مست و بے خود بادہ بار اپنی جگہ

نازشِ تدبیر اس کو شکوۂ تقدیر اسے
کامگار اپنی جگہ ناکامگار اپنی جگہ

سرنگوں ہیں ہاتھ میں ان کے ہے عریاں تیغ تیز
جبر ہے اپنی جگہ پر اختیار اپنی جگہ

آپ کے روئے منور کی زیارت کا خیال
ہر نفس رکھتا ہے دل کو بیقرار اپنی جگہ

آپ تو خنداں بحکم کردگار اپنی جگہ م
روز و شب گریاں مریض انتظار اپنی جگہ

بزم میں بدمست سارے میگسار اپنی جگہ
ہے خیالِ چشم ساقی بادہ بار اپنی جگہ

منتظر بیدار وقتِ انتظار اپنی جگہ
محوِ خوابِ ناز ہے غفلت شعار اپنی جگہ

جب اٹل ہے وعدۂ دیدار یار اپنی جگہ
پھر دلِ نافہم کیوں ہے بیقرار اپنی جگہ

تیری الفت میں ہے مجھ کو افتخار اپنی جگہ
پھر بھی ہوں کوتاہیوں سے شرمسار اپنی جگہ

عام میخانوں کی سی ہو حق میانِ بزم ہے
نشۂ مے سے نہیں اک ہوشیار اپنی جگہ

حسن میں ناز و تلوّن وہ کہ اللہ کی پناہ
عشق ہے محوِ نیاز و وضع داری اپنی جگہ

دید کے قابل ہے فیضِ ساقیٔ دریا نوال
ہر طرف جاری ہے مے کی جوئے بار اپنی جگہ

کوئے جاناں کے مناظر الحفیظ و الاماں
زلزلے میں صبر کے ہیں کوہسار اپنی جگہ

جس نے پتھر کر لیا دل عشق میں سہنے کو غم
ہے دیارِ حسن میں وہ کامگار اپنی جگہ

طالبِ نظارۂ حسنِ گل عذار اپنی جگہ
مانعِ دیدار زلفِ تابدار اپنی جگہ

حسنِ ابرو کی صفت میں ہے زباں کٹنے کا خوف
دونوں کے دونوں ہیں تیغِ آبدار اپنی جگہ

دو جہاں میں حکم سے کس کو ہے سرتابی کی تاب
بر بلا ہر ایک ہے طاعت گزار اپنی جگہ

آپ کے حیدر کی صفت میں لافتیٰ الا علی
سیف کی مدحت میں الا ذوالفقار اپنی جگہ

ہیں حسن جو حاملِ خلقِ حسن مشہورِ خلق
آپ سے ان سے ہے ربطِ استوار اپنی جگہ

آپ ہی کے ہیں شہیدِ کربلا یعنی حسینؑ
آج بھی مشہور ہیں جو بے دیار اپنی جگہ

سیدِ سجاد باقر جعفر و کاظم امام
آپ ہی کے سب ہیں یہ بھی رشتہ دار اپنی جگہ

اب رضا کے بعد ہمراہِ تقی باکرم
ہیں نقی و عسکری والا تبار اپنی جگہ

طیب و طاہر یہ شجرہ جس کی ایک ایک فرد خاص
مثلِ پیغمبر رہا ہی مصروفِ کار اپنی جگہ

مادرِ ذی مرتبہ بھی نرجس خاتونِ پاک
نسلِ شاہی سے ہیں فخرِ روزگار اپنی جگہ

وہ حسب ہو یا نسب فضل و کرامت کچھ بھی ہو
لطفِ حق سے ہر صفت ہے پائدار اپنی جگہ

مصلحت بیں آپ ہیں، ہم بے قرار اپنی جگہ
آپ ہیں مجبور ہم بے اختیار اپنی جگہ

دل کو آمد کا یقیں آنکھوں کو شوقِ دید بھی
اعتماد اپنی جگہ پر انتظار اپنی جگہ

پاؤں میرے کھینچتی ہے کوئے یار اپنی جگہ — م آبلہ پائی کو ذوقِ خارزار اپنی جگہ

جام و مینا خم سبو ساقی نہ صہبا سامنے — میکشوں کی ٹکڑیاں مستانہ وار اپنی جگہ

قائم آلِ محمد تیرے قدموں کے طفیل — آج تک ہے گردشِ لیل و نہار اپنی جگہ

پہونچے کیا دستِ تغیر تا بہ دامانِ حضور — خود ہے لرزاں انقلابِ روزگار اپنی جگہ

خضر و الیاس و مسیحا بھی مع اصحابِ کہف — سب ہیں نظروں سے نہاں اور برقرار اپنی جگہ

ان میں سے کتنے کسی کے کام آئے بر محل — آپ کی غیبت ہے لیکن شاہکار اپنی جگہ

دل سے جس نے جب پکارا بہرِ امداد آ گئے — مبتلائے غم نے پایا غمگسار اپنی جگہ

وقتِ مشکل کس کے کس کے آپ کام آئے نہیں — واقعات ایسے ہیں بے حد و شمار اپنی جگہ

آپ ہر اک کی مدد کے واسطے آتے ہیں جب — پھر ہمارا بھی بجا ہے انتظار اپنی جگہ

جب علی سے آپ تک آیا نہیں چھوٹے قدم — ڈھونڈھتا پھرتا تھا جیسے اقتدار اپنی جگہ

جد و آبا فضلِ حق سے ذی وقار اپنی جگہ — م آپ بھی تو ہیں انھیں کے ورثہ دار اپنی جگہ

عرش و فرش و آسماں کرسی ملائک انس و جن — کون ہے جو ہو نہ زیرِ اقتدار اپنی جگہ

آپ چاہیں تو مصائب سے یہ پا جائے نجات
آپ کا واصف بہت ہے بےقرار اپنی جگہ

قصیدہ در منقبت

قائم آلِ عبا یعنی صاحب الامرؑ

مشکل نہ ہوگی اب کوئی آساں ترے بغیر — ہے کشمکش میں زیست کا عنواں ترے بغیر

سچ کہہ رہا ہوں روحِ بہاراں ترے بغیر — آنکھوں میں خار ہیں گلِ خنداں ترے بغیر

گلزار بھی ہے رشکِ بیاباں ترے بغیر — ہے مثلِ خار زارِ گلستاں ترے بغیر

اے ناخدائے کشتیٔ ایماں ترے بغیر — ہے سرکشی پہ کفر کا طوفاں ترے بغیر

تسکین کی آرزو میں تڑپتے ہیں رات دن — قابو میں اب نہیں ہیں دل و جاں ترے بغیر

کیا خاک باغ باغ ہو سیرِ چمن سے دل — باغِ علیؑ کے سرو خراماں ترے بغیر

اے رہنمائے منزلِ مقصود بے خبر — بھٹکیں نہ سالکِ رہِ ایماں ترے بغیر

اے نور بخشِ مسلکِ ایمان و آگہی — تاریک ہو چلی رہِ عرفاں ترے بغیر

اے حافظِ کتابِ مبیں پردہ سے نکل — ماتم کناں ہیں معنیٔ قرآں ترے بغیر

سنبل بھی کب ہے بالِ پریشاں ترے بغیر — م ہر ایک گل ہے چاک گریباں ترے بغیر

نغمہ سرائی بھول گئی کیا کرے غریب — گریاں ہے عندلیبِ غزل خواں ترے بغیر

کس سے ملے گی جوششِ وحشت کی مجھ کو داد — دیکھے گا کون چاک گریباں ترے بغیر

جس طرح تو محافظِ قرآں ہے آج تک — ہوتی نہ یوں حفاظتِ قرآں ترے بغیر

الجھی ہوئی بہت ہے سلجھنا محال ہے — زلفِ عروسِ دہر پریشاں ترے بغیر

غمگیں بہت ہیں چاہنے والے خدا گواہ
اے باعثِ سرورِ دل و جان ترے بغیر

یلغار ہر طرف سے ہے کفر و نفاق کی
ہیں کشمکش میں صاحبِ ایمان ترے بغیر

آتا نہیں سمجھ میں کہ سمجھائیں کس طرح
دل میں مچل رہے ہیں جو ارماں ترے بغیر

تیرے قدم سے عالمِ امکاں کو ہے قرار
قائم نہ رہتا یہ کسی عنواں ترے بغیر

کس کو دکھاؤں کیا کروں دردِ فراق میں
بیتاب و مضطرب ہیں دل و جاں ترے بغیر

ہمنام و ہمصفاتِ محمدؐ ہے تو تو پھر
کیوں کر ہو ان کی شان نمایاں ترے بغیر

پاسِ ادب سے رو کے ہوں آہِ شرر فشاں
کیا دیکھوں غمکدہ میں چراغاں ترے بغیر

اب کب زمانہ دیکھے گا شمشیرِ حیدری
اے زورِ بازوئے شہِ مرداں ترے بغیر

سارا زمانہ ظلم سے چھلکا ہوا ہے آج
انصاف کس طرح ہو نمایاں ترے بغیر

ہوتے نہ ذرّے نور بداماں ترے بغیر
اے برجِ دین کے مہرِ درخشاں ترے بغیر

حسنِ ملیح دوست یہ ممکن نہ تھا کبھی
ہر ایک زخمِ دل ہو نمکداں ترے بغیر

اتنا بتائیے صاحبِ حسنِ ملیح کاش
کیوں زخمِ دل ہر اک ہے نمکداں ترے بغیر

قائل ہو کوئی غیر تو یہ بات ہے محال
دل کھنچ کے آئے تا بہ رگِ جاں ترے بغیر

اچھی نہیں یہ بے رخی اے نشترِ نگاہ
بے چین اب بہت ہے رگِ جاں ترے بغیر

تجھ کو تو سیرِ گلشنِ خضرا پسند ہے
میں چھانتا ہوں خاکِ بیاباں ترے بغیر

کچھ راز ہیں جو دل میں چھپائے ہوئے ہوں میں
ممکن نہیں کہ یہ ہوں نمایاں ترے بغیر

اکثر پکارتا ہوں حسینؑ ابنِ روح کو
بے اذن کیا کہیں وہ نہیں ہاں ترے بغیر

ڈر ہے نہ ڈوب جائے کہیں کشتیٔ امید
ہر ایک اشکِ چشم ہے طوفاں ترے بغیر

برسوں ہوئے ترستا ہوں ہنسنے کے واسطے
اب کیا تھمیں گے دیدۂ گریاں ترے بغیر

تاریک بزمِ دہر میں دیتے نہ روشنی
ماہ و نجوم و مہرِ درخشاں ترے بغیر

ہوتا اگر نہ فیضِ تصرف آب و تاب
پاتی صدف نہ گوہرِ غلطاں ترے بغیر

ہوتا نہ تو جو اس کا ہوادار و خیر خواہ
اڑتا کبھی نہ تختِ سلیماں ترے بغیر

تو بخشتا اگر نہ سلیماں کو اقتدار
ہوتی زمیں نہ تابعِ فرماں ترے بغیر

چرخِ چہارمیں سے اتر کر زمین پر
کس طرح آئیں عیسٰیِ دوراں ترے بغیر

امداد چاہتے ہیں تجھ ایسے رئیس کی
دکھلائے کون شوکتِ سلطاں ترے بغیر

ہر روز یادِ گیسوئے شبگوں میں رات کو
اب دیکھتا ہوں خوابِ پریشاں ترے بغیر

آنکھوں کو خوش گوار بھی منظر ہے ناگوار
صبحِ وطن ہے شامِ غریباں ترے بغیر

بارانِ اشک سے ہیں مسلسل بنے ہوئے
ابرِ مطیر دیدۂ گریاں ترے بغیر

ملتی نہیں ہے تیری سی صورت حسین و خوب
آنکھیں ہیں مثلِ آئینہ حیراں ترے بغیر

اکلیلِ فرقِ دین کی نہ رہتی یہ زیب و زین
اے گوہرِ یمِ شہِ مرداں ترے بغیر

پروانے شمعِ دین کے بہت منتشر ہیں آج
اے فاطمہ کی شمعِ شبستاں ترے بغیر

ظلمت پسند اہرمنِ وقت کا ہے دور
شمعِ حریمِ قدرتِ یزداں ترے بغیر

دیوانگانِ عشق کا تیرے سیئے گا کون
دامن کا چاک تا بہ گریباں ترے بغیر

ایما اگر نہ تیرا ہو اے صاحب الزماں
حرکت کرے نہ گردشِ دوراں ترے بغیر

کشتی ہے انتشار میں ہستیٔ مستعار
ہوگا نہ جمعِ عیش کا ساماں ترے بغیر

نابود ہوں جہاں سے شیاطین ظلم و جور
ممکن نہیں خلیفۂ رحماں ترے بغیر

وہ اور ہوں گے قبر میں سوئیں جو چین سے
اے سرزمینِ کوچۂ جاناں ترے بغیر

اے بے عدیل وارثِ تیغِ یداللہی
ہوگا نہ ختم کفر کا طغیاں ترے بغیر

شمس و قمر نجوم میں ہوتی نہ روشنی
اے برجِ دین کے نیرِ تاباں ترے بغیر

ناقص ہے ذہن مختصرِ ام الکتاب سے
اے حافظِ مکمل قرآں ترے بغیر

اللہ رے تصورِ ابرو کا یہ اثر
دل ہے رہینِ خنجرِ برّاں ترے بغیر

تجھ سا نہ حکمراں ہو اگر شاہِ مشرقین
ابتر تھا نظمِ عالمِ امکاں ترے بغیر

پائے سکون کیا دلِ مضطر کسی طرح
جب ہر نفس ہو خنجرِ برّاں ترے بغیر

جمعیت و سکوں کی تمنا میں تا بہ کے
تڑپا کرے گا قلبِ پریشاں ترے بغیر

پہلو میں کس طرح دلِ مضطر کو ہو قرار
جب ہر نفس ہو خنجرِ برّاں ترے بغیر

ہم تو مقر ہیں قائمِ آلِ عبا ہے تو
قائل نہ ہوں گے منکرِ ایماں ترے بغیر

انسانیت کی لاکھ وہ کوشش کرے مگر
ہوگا نہ آدمی کبھی انساں ترے بغیر

مقہور کس طریق سے ہوں منکرانِ دین
اے شہسوارِ عرصۂ ایماں ترے بغیر

گیارہ امام کشورِ دین کے تھے بادشاہ
ہوتا بھی کون بارھواں سلطاں ترے بغیر

تیرا قدم نہ ہوتا اگر درمیان میں
قائم نہ رہتا عالمِ امکاں ترے بغیر

جو منکرانِ قدرتِ حق ہیں انھیں ابھی
تیری حیات کا نہیں ایقاں ترے بغیر

الیاس و خضر زندہ ہیں اصحابِ کہف بھی
دشوار ہے کہ ہو یہ نہیں ہاں ترے بغیر

ہو جائے اب ظہور اٹھائے حجابِ غیب
کافر نہ لائیں گے کبھی ایماں ترے بغیر

سر ہے و بالِ دوش بہت دن سے کیا کروں
کس کے قدم پہ کر دوں میں قرباں ترے بغیر

قدموں سے تیرے باغِ جہاں میں بہار ہے
ورنہ اجاڑ تھا یہ گلستاں ترے بغیر

گردابِ غم سے ڈوبتی کشتی نجات پائے
ممکن نہیں ہے فوجِ غریباں ترے بغیر

تیرے فقیر جائیں کہاں اے امیرِ خلق ان بے کسوں کا کون ہے پرساں ترے بغیر
واصفؔ سے دردمند کا ہمدرد کون ہے
پھر کیا ہو اس کے درد کا درماں ترے بغیر

حمد

جرم پہ کرم کرنے کا اقرار کیا — اچھا کیا جو کچھ مرے غفار کیا
ڈرتا ہے غضب سے ورنہ کہتا واصف — تجھ کو تری رحمت نے گنہگار کیا

کب کہا میں نے گلابی جام دے — ہوں شرابی آفتابی جام دے
چھیڑتا ہے مجکو ذکر بوتراب — آج ساقی بوترابی جام دے

کیا کہوں ساقی کہ کیسا جام دے — ناپسند ایسا ہے ویسا جام دے
رند ہوں سائل ہوں پینے سے ہے کام — تیری مرضی چاہے جیسا جام دے

آج ساقی مجھ کو ایسا جام دے — جس سے فرصت گردش ایام دے
ہو کے بیخود پھر نہ آؤں ہوش میں — نشہ جس کا تا قیامت کام دے

کھلے ہیں پھول ہر جا ہر اک جنگل میں بستی ہے — ہر اک جنسِ گراں مایہ سر بازار سستی ہے
برسنے کب ہیں یہ پانی کے قطرے ابر باراں سے — خدایا باغ عالم میں تری رحمت برستی ہے

نافہم نے گو راہ نہ جانی تیری ہر ذرہ بتاتا ہے نشانی تیری
گلزارِ جہاں کا پتا پتا اے دوست کہتا ہے زبان بن کے کہانی تیری

کہسار کے سینہ میں شرر دیکھ رہے ہیں ذرات میں خورشید و قمر دیکھ رہے ہیں
ہر سمت ہر اک چیز میں جلوہ تیرا بے ریب و گماں اہلِ نظر دیکھ رہے ہیں

آرزو ہے مجھے دیوانہ بنا دے یارب یا وہ دے ہوش کہ چرچا ہے ہشیاروں میں
ایسا دیوانہ کہ خود کو بھی بھلا بیٹھوں میں ہوش ایسا کہ رہوں تیرے پرستاروں میں

دیوانہ ترا عجیب دیوانہ ہے معمورۂ عالم اُسے ویرانہ ہے
خود چُپ ہے مگر خدا کی قدرت واصف ہر ایک زباں پر اُسکا افسانہ ہے

تعینِ خم و سبو نہ پیمانہ ہے ہمت ہو تو میخانہ کا میخانہ ہے
پینے کی بقدر ظرف ہے بات ہی اور ساقی کا تو انداز کریمانہ ہے

پیمانہ کشِ اخلاص ہیں پینے والے گلزارِ محبت میں پنپنے والے
واللہ نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے کبھی دن رات ترے نام کے جپنے والے

جب خالقِ کل ایک ہے الوانِ نعم ایک سیرابِ زمیں جس سے ہے وہ ابرِ کرم ایک
اللہ کے سب بندے ہیں یکساں واصف حیرت ہے کہ پھر بھی نہیں ہوتے ہیں ہم ایک

لاریب عقوبت کا سزاوار ہوں میں مختار ہے تو بیکس و ناچار ہوں میں
کچھ اور نہیں کہنا ہے لیکن اتنا رحمان ہے تو اور گنہگار ہوں میں

کیوں ظلم کیا نفس پہ گھبراتا ہوں انصاف کا نام سن کے تھراتا ہوں
ایماں ہے تری وسعت رحمت پہ مگر کوتاہی اعمال سے شرماتا ہوں

معلوم ہے عاصی ہوں عقوبت ہوگی یہ ظلم نہیں عین عدالت ہوگی
میں شکر بہر حال کروں گا لیکن تجھ سے تری رحمت کو شکایت ہوگی

جوں ماہیِ بیتاب تڑپنا آیا بیگانہ کوئی کام نہ اپنا آیا
کچھ اور نہ آیا مجھے واصف لیکن دن رات ترے نام کا جپنا آیا

جز ذاتِ خدا کوئی نہیں بندہ نواز ہے شرط کہ دے اُس کو مسلسل آواز
اللہ سے امداد کی خواہش ہے اگر انسان کرے صبر پڑھے دل سے نماز

کس شکل کا تو کیسا ہے سمجھا کبھی نہیں ادراک کسی طرح سے پہنچا کبھی نہیں
کیا جانیے کیوں تجھ پہ فدا ہے واصف اس نے تو ابھی تک تجھے دیکھا بھی نہیں

ہم ہجر کی آگ میں ہیں تپنے کے لیے دل پایا ہے ہر وقت تڑپنے کے لیے
کچھ خوف نہیں مرنے کا لیکن واصف جیتے ہیں ترے نام کو جپنے کے لیے

ہو محفلِ حسن میں رسائی میری   ہوں تشنۂ دیدار عطا ہو سیری
ہے راہ کٹھن پاؤں تھکے جاتے ہیں   اے حوصلۂ عشق دہائی تیری

ادنیٰ ہے ہر اک مرتبہ اعلیٰ تیرا   ہیں پست سبھی بلند پایا تیرا
یکتا ہے تری ذات نہیں کوئی شریک   کونین میں ثانی نہیں حقّا تیرا

ہرگز نہیں پابند مشیت تیری   آزاد ہے تو اور حکومت تیری
کیا حق مجھے کہنے کا نہ دے وہ دے   دوزخ تیری ہے جنت تیری

خادم ہے تمام خلق آقا تو ہے   مرعوب ہیں سب پالنے والا تو ہے
مخلوق میں ہر ایک ہے ممنونِ کرم   بے ریب گماں رازق و یکتا تو ہے

وحدت کا ثبوت کثرت آرائی ہے   اک شمع نے روشنی یہ پھیلائی ہے
تجھ سا تھا نہ ہے اور نہ ہوگا کوئی   بس ختم تری ذات پہ یکتائی ہے

آزاد ہوں گلزار ہو یا قید قفس   وہ فرشِ لحاف و گل ہو یا خار و خس
دنیا میں کسی چیز کی خواہش ہی نہیں   بس نام ترا جپنے کی رکھتے ہیں ہوس

خودداری و وقار کو رسوا کئے ہوئے   یوسف کی دھن میں دل کو زلیخا کئے ہوئے
طے اسطرح سے راہ وفا کر جو ہوش ہے   آنکھوں کو بند دیدہ دل وا کئے ہوئے

نعت

دو ایک کو چاہیں تو بُرا ہوتا ہے	آپس میں سلوک ناروا ہوتا ہے
اللہ کے محبوب کا عاشق ہوں میں	اب دیکھئے میرے لیے کیا ہوتا ہے

بس لذتِ انبساط دیکھی ہیں نے	الفت سبب نشاط دیکھی ہیں نے
چاہا بھی تو محبوبِ خدا کو چاہا	اپنی نہ مگر بساط دیکھی ہیں نے

یوں تو ہے ہر اک شخص خدا کا بندہ	اور ایک سے ایک بڑھ کے اچھا بندہ
اے مظہرِ حق نورِ ہدیٰ ختمِ رُسل	دیکھا نہ سُنا ہم نے تجھ ایسا بندہ

بڑھی کس قدر عز و شاں رفتہ رفتہ	زمیں سے ہوا آسماں رفتہ رفتہ
جگہ دی ہے منبر پہ نعت نبیؐ نے	میں پہونچا کہاں سے کہاں رفتہ رفتہ

بچو گنہ سے کرو کچھ ثواب کی باتیں	یہ بے محل کی ہیں ہر شیخ و شاب کی باتیں
جو ہوش مند ہو واصفؔ تو بزمِ نعت میں آج	سُنو سناؤ رسالت مآب کی باتیں

فردِ واحد ہے مگر جامعِ اضداد ہے تو   زینتِ بزمِ حدوث و قِدم آباد ہے تو
تیری نزہت سے ہے گلزارِ دو عالم میں بہار   وہ گلِ سرسبدِ گلشنِ ایجاد ہے تو

کیا دُور ہوا دورِ خزاں صلِّ علیٰ   ہے روح فزا فرش سے تا عرش فضا
جو پھول ہے بنیادِ بہارِ کونین   آغوش میں آمنہ کے وہ پھول کھِلا

حادث نے قدیم کی نشانی پائی   کہنے کے لیے حیاتِ فانی پائی
بلبل ہوں ازل سے اُسکا واصفؔ صد شکر   جس گل نے بہارِ جاودانی پائی

زبانِ خلق پر سرتاجِ جملہ انبیا تم ہو   خدائی بھر سے بہتر مرحبا صلِّ علیٰ تم ہو
زمانے سے نہیں کیا کام واصفؔ کچھ کہے کوئی   ہم اتنا جانتے ہیں بس کہ محبوبِ خدا تم ہو

دلمیں تھی جسکی بہت دن سے تمنّا دیکھو   جو نہ دیکھا تھا کبھی آج وہ جلوہ دیکھو
شکلِ احمد میں ہوئی رحمتِ کونین عیاں   آؤ اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھو

گروہِ انبیا کے سیّد و سردار آتے ہیں   جنودِ زہد و تقویٰ کے علمبردار آتے ہیں
مسلسل نعرۂ صلِّ علیٰ سے خیر مقدم ہو   محمدؐ نام واصفؔ احمدِ مختار آتے ہیں

پایا شرف میں آپ نے جو مرتبہ حضور　　کونین میں کسی کو بھلا کب ملا حضور

کس کس شرف کا ذکر کروں مختصر یہ ہے　　نورِ حضور سب ہیں تو نورِ خدا حضور

جہاں میں ملت بیضا کی رکھ لی لاج تو ہی نے　　کیا اعزاز کی دنیا میں تنہا راج تو ہی نے

رسول و انبیا ہیں اور بھی لیکن خدا رکھے　　نہ ہے اوجِ مراتب پائی ہے معراج تو ہی نے

مہرباں کیونکر نہ ہو تجھ پر خدائے دو جہاں　　تیرے دم سے آئی ایماں کے تنِ مردہ میں جاں

شمع دیں روشن نہ رہتی بزمِ عالم میں کبھی　　گر نہ ہوتا ملتِ بیضا کا تجھ سا پاسباں

بتقریبِ ولادتِ جنابِ معصومہؑ صلوٰۃ اللہ علیہا

بہار آئی ہے رنگیں محفلِ عشرت کا ساماں ہے　　گلِ خنداں کی صورت غنچۂ قلبِ مسلماں ہے
جنابِ سیدہ تشریف لائیں بزمِ عالم میں　　رسول اللہ کے ہمراہ خوش ہر اہلِ ایماں ہے

رسمِ دختر کشی عرب میں تھی　　حق کو منظور تھا کہ یہ چھوٹے
دستِ معصومہؑ دو عالم سے　　اس رواجِ کہن کے بت ٹوٹے

زنانِ دہر سے عالی وقار ہے تیرا　　عجیب پیشِ خدا اعتبار ہے تیرا
بشر کرے تری تعظیم تو عجب کیا ہے　　ملک غلام اطاعت شعار ہے تیرا

گھر میں نبیؐ کے کیسی ہے یہ دھوم دھام آج　　حورانِ خلد کا ہے یہ کیوں اژدحام آج
یہ کس مخدرہ کی ولادت کی ہے خوشی　　ہر مومنِ زمانہ کی ہے شادکام آج

جب ہے اسمِ پاک پیارا فاطمہؑ　　ہو اثر بھی آشکارا فاطمہؑ
خلد کے ہوتے ہے دوزخ میں کیا　　واصفؔ عاصی تمہارا فاطمہؑ

جناب امیر المومنین علیہ السلام

درد دلِ بیتاب کا درماں ساقی ہاں ہاں وہی جانِ تنِ ایماں ساقی
سلمان و ابوذر کو جو بخشا تھا کبھی میں بھی ہوں اسی جام کا خواہاں ساقی

بے کیف بہت ہے دلِ مضطر ساقی خمخانہ کا صدقہ کوئی ساغر ساقی
اُس سے نہیں پردہ تو کسی کا ڈر کیا لا آج پلا دے سرِ منبر ساقی

شمشیر بکف صاحبِ جوہر آیا بپھرا ہوا مانندِ غضنفر آیا
بت لرزہ بر اندام ہیں اللہ رے ہیبت کس شان سے دامادِ پیمبر آیا

وحشت کا بھلا کچھ تو صلہ دے ساقی اب آج تو رندوں کو چھکا دے ساقی
اک جام کی امید میں آنکلا ہوں ہاں بادۂ سرجوش پلا دے ساقی

حیدر کی محبت سے جو بیگانہ ہے ہاں قعرِ جحیم اس کا کاشانہ ہے
اِس نار سے کیا کام اسے اے واصف اُس شمع حقیقت کا جو پروانہ ہے

جھوٹا سمجھو نہ اشتہاری سمجھو — ہو عقل تو یہ بات ہماری سمجھو
یوں لاکھ کوئی خلد کا حقدار بنے — ہو نور سے بیزار تو ناری سمجھو

حیدر کے مدارج سے نہیں جو آگاہ — شیطان نے کر رکھا ہے اس کو گمراہ
خاصانِ خدا سے پھر کے جنت کی تلاش — لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ

گُل شمعِ حیات ہو نہ جائے دیکھو — یہ نقد نشاط کھو نہ جائے دیکھو
دامانِ عقیدت پہ رہے نامِ علیؑ — چھینٹوں سے کسی کے دھو نہ جائے دیکھو

ہے بادہ کشی کفر مگر کفر نہیں — غافل کو جو ہشیار کرے سُکر نہیں
دامادِ پیمبرؐ سا جو ساقی مل جائے — واصفؔ مجھے پینے میں کوئی عذر نہیں

عصیاں نما ثواب کا محضر لیے ہوئے — سر میں جنونِ ساقیِ کوثر لیے ہوئے
واصفؔ سا مست آتا ہے محشر میں دھوم سے — شیشہ بغل میں ہاتھ میں ساغر لیے ہوئے

کب یہ کہتا ہوں چھلکا دے ساقی — جتنی جی چاہے پلا دے ساقی
بھولوں اپنے کو رہے یاد تری — اتنا مخمور بنا دے ساقی

آگیا تیری حکومت دیکھ کر   جاہ و حشمت شان و شوکت دیکھ کر
جام دینا ہے تو دے ساقی مگر   میری عادت اپنی ہمت دیکھ کر

محروم رہے نہ کوئی ہستی ساقی   ویراں رہے نہ کوئی بستی ساقی
آباد ہو جو مقام میخانہ بنے   یوں تیری حکومت میں ہو مستی ساقی

تقدیر اگر بر سر یاری آئی   ہنگامِ خزاں فصلِ بہاری آئی
رندوں کے نصیب اور بھی جاگ اٹھے   جو ساقیٔ کوثر کی سواری آئی

بارش مضمون کیف آور مے سر جوش ہے   ذکر سے ساقیِ کوثر کے ہر اک مدہوش ہے
جھومتے ہیں آج سب بیٹھے ہوئے مستانہ وار   محفلِ میلاد گویا بزم نوشا نوش ہے

نہیں گھٹتی کسی صورت سے اشکوں کی فراوانی   ڈبو دینے پر آمادہ ہے بحرِ غم کی طغیانی
سنا ہے ناخدائے کشتیِ بیچارگاں تم ہو   خبر واصف کی لینا سر سے اونچا ہو گیا پانی

بیتابیٔ دل سے اشکبار آیا ہوں   دکھلانے کو اپنا حالِ زار آیا ہوں
سنتا ہوں کہ بٹتا ہے ترے در پہ قرار   لے جلد خبر کہ بیقرار آیا ہوں

رنگ بزم دہر سے بیزار ہوتا جاؤں میں | نیند آئے جس قدر بیدار ہوتا جاؤں میں
جام دے مجھ کو وہ پر کیف و کرامت ساقیا | بیخودی جتنی بڑھے ہشیار ہوتا جاؤں میں

قدموں سے علیؑ کے جب کعبہ میں بہار آئی | تکبیر کے نعروں کی ہر سمت گھٹا چھائی
در کفر کا یوں کانپا ڈھیلی ہوئیں سب چولیں | اس شان سے لی تن کر اسلام نے انگڑائی

بادہ عشرت کا پھر گردش میں جام آنے کو ہے | رند ہیں مسرور متانہ پیام آنے کو ہے
پی کے واصفؔ بے تکلف فقہ میں پڑھئے نماز | ساقیِ کوثر جو ہے وہ پیش امام آنے کو ہے

کعبہ کے گلستاں سے صبا آئی ہے | بے وجہ نہیں آج یہ اترائی ہے
جو طرۂ دستار محمدؐ ہوگا | اُس پھول کے کھِلنے کی خبر آئی ہے

آئینہ اندھے کو دکھلانا عبث | کان میں گونگے کے چلّانا عبث
رتبۂ حیدرؑ ہے کیا کونین میں | جو نہ سمجھے اس کو سمجھانا عبث۔

آئینہ یوسف کو دکھلانا عبث | طور کا موسیٰؑ سے افسانہ عبث
جس نے واصف بت پرستی کی اُسے | بت شکن کے سامنے لانا عبث

ہے بحرِ عمیق تھاہ ملتی ہی نہیں
جس شے کی ہو دل کو چاہ ملتی ہی نہیں
وہ کثرتِ اوصافِ علیؑ ہے واصفؔ
چلنے کی قلم کو راہ ملتی ہی نہیں

یوں علیؑ قوتِ اعجاز دکھاتے آئے
در بھی دیوار میں کعبہ کی بناتے آئے
ہو کے خوش سینہ سے کس طرح لگائیں نہ رسول
گود میں آئے تو قرآن سناتے آئے

دکھاتا ہے خدا اس طرح سے قدرت زمانے کو
کہ کچھ بندوں سے ظاہر کرتا ہے علمی خزانے کو
ولادت کو ابھی کے دن ہوئے اور عمر ہی کیا ہے
نبیؐ کی گود میں آئے علیؑ قرآں سنانے کو

خدا نما ہیں تو قدرتِ حق یہ معجزہ سے دکھا رہے ہیں
انوکھے طرزِ عمل سے اپنے جہاں کو حیران بنا رہے ہیں
نبیؐ پہ نازل ہوا جو قرآں علیؑ کے سینہ میں سب ہے پنہاں
رسول پیہم ملا رہے ہیں علیؑ مسلسل سنا رہے ہیں

جھوما کعبہ لی انگڑائی رنگت نکھری چولا بدلا
کہنہ در میں تالا تھا تو قدرت نے تازہ در بخشا
آنے والا آیا واصفؔ جھوٹے دعوے باطل ٹھہرے
بندوں کے بنائے کچھ نہ بنی اللہ نے جو چاہا وہ ہوا

محفل عالم میں کوئی آئینا تجھ سا نہیں ہیں بہت کہنے کو لیکن باصفا تجھ سا نہیں
یا علیؑ آدم سے عیسیٰ تک بہت کی دیکھ بھال بعدِ احمدؐ مظہرِ نورِ خدا تجھ سا نہیں

کیا پوچھتے ہو مجھ سے کہ کیا ملتا ہے حق یہ ہے کہ خواہش سے سوا ملتا ہے
ملتا ہے علیؑ سا جس کو بندہ واصف سب کچھ اُسے ملتا ہے خدا ملتا ہے

ہے موسم گل وقتِ طرب ہے ساقی پھر ایسے میں اغماض غضب ہے ساقی
دے جلد کہ پی لوں تو مزہ دے مدحت برسات ہے اور تیرہ رجب ہے ساقی

آج مدہوش ہر اک عاقل و فرزانہ ہے کیف عشرت سے جسے دیکھئے مستانہ ہے
ہر طرف دور میں ہے ساغر صہبائے ورود بزم میلادِ علیؑ محفل رندانہ ہے

چاند چمکا کسی منزل میں نہ تارا چمکا برج میں اپنے نہ یوں مہر خود آرا چمکا
آمد نیّرِ مولود حرم سے واصف جس طرح کعبہ کی قسمت کا ستارا چمکا

جب تیرھویں تاریخ رجب آتی ہے ہر رند کو مسرور بنا جاتی ہے
مستانہ روش آئے نہ کیونکر واصف ساقی کی ولادت کی خبر لاتی ہے

خوشی کے دور نے کی دور فصل اشک افشانی
نوا سنجانِ گلشن آج ہیں محوِ خوش الحانی
رہے خاموش واصف بیٹھ کر کیوں ہمصفیر و نہیں
رجب کی تیرھویں لائی بہار منقبت خوانی

نہ تھا کثرت پرستوں میں کوئی وحدت کا متوالا
حکومت سے بتوں کی نظم دنیا تھا تہ وبالا
مبارک باد واصف مٹ گئی ہنگامہ آرائی
کہ آیا دہر عالم میں خدا کا پوجنے والا

جب ہوا کعبہ میں روشن حسنِ حیدر کا چراغ
بجھ گیا غیرت کے مارے صنع آذر کا چراغ
ظلمتِ آوازۂ ناقوس کیا آئے نظر
جس جگہ ہو ضو فشاں اللہ اکبر کا چراغ

زمانے کی ہوا بدلی فلک پر پھر گھٹا چھائی
اٹھے بستر سے تر سے بادہ کش لے لے کے انگڑائی
ہوئے آباد ویراں میکدے چلنے لگے ساغر
ترے آنے سے ساقی مے پرستی کی بہار آئی

لب پہ پھر ساقی کا نام آہی گیا	بےخودی کا پھر پیام آہی گیا
دل میں توبہ کا ارادہ تھا مگر	موسمِ مینا و جام آہی گیا

پھول پھولا جو نیا جانِ بہارِ کعبہ	باغِ فردوس ہوا دل سے نثارِ کعبہ
کون کہتا ہے کہ شق ہو گئی دیوارِ حرم	کھل گئی جوشِ مسرت سے جدارِ کعبہ

بےکیف بہت ہے دلِ مضطر ساقی	ایک ایک گھڑی اب تو ہے دوبھر ساقی
یہ مست گھٹائیں کہیں روز آتی ہیں	لے جلد خبر بہرِ پیمبرؐ ساقی

آج قندیلِ حرم میں وہ ہوا روشن چراغ	جس کے پرتو نے بنایا ہر گلِ گلشن چراغ
وجہِ نازش ہے تجھے محدود نورِ شمعِ طور	دیکھ کہتے ہیں اسے لے وادیِ ایمن چراغ

پھر خوشی کا پیام آیا ہے	موسمِ دورِ جام آیا ہے
لو مبارک ہو مے کشی و اصحف	بن کے ساقی امام آیا ہے

خوش جس سے ہو اللہ و پیمبرؐ ساقی	پیتے تھے جو سلمان و ابوذر ساقی
ہم کو تو ترے پاؤں پہ مستی میں ہو سر	ہاں ہاں وہی ساغر وہی ساغر ساقی

محبوبِ خدا نبیؐ کا پیارا ساقی
ہر ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ساقی
تا ساحلِ مقصود نہ پہنچے کشتی
گر ہاتھ لگائے نہ ہمارا ساقی

ہوا ہے رحمتِ حق کا نزول کعبہ میں
نہ آئیں دوڑ کے کیونکر رسول کعبہ میں
تمام گلشنِ امکاں بسا ہے خوشبو سے
علیؑ کی شکل میں پھولا ہے پھول کعبہ میں

ناز ہے جس پہ عبادت کو عبادت ایسی
فخر ہے جس پہ شجاعت کو شجاعت ایسی
حسنِ صورت کا علیؑ کے ہو بیاں کیا واصف
دیکھنے آیا ہے قرآں جسے صورت ایسی

عصائے حسنِ عقیدت سے کام لیتا جا
یہ حرزِ جاں ہے بہ حفظِ تمام لیتا جا
جو چاہتا ہے کہ ٹھوکر لگے مگر نہ گرے
علیؑ کے نام کو ہر ایک گام لیتا جا

نہیں پھولے سمانے آج ایسی گرمجوشی ہے
مچی ہے دھوم رندوں میں بہارِ بادہ نوشی ہے
نہ ہو مسرور واصف کس طرح مانگی مراد آئی
کہ ساقی کی غدیرِ خم میں رسمِ تاجپوشی ہے

دولت سے جہاں میں کس نے حشمت پائی — قاروں کی طرح خواری و ذلت پائی
کب تخت خلافت سے بڑھی شان علیؑ — قدموں سے انہیں کے اس نے رفعت پائی

بجا ہے اب تجھے جتنا بھی ناز ہو ساقی — نہ کس طرح مجھے تجھ سے نیاز ہو ساقی
جو تیرا بادۂ الفت نہ پی کے ہو سرشار — قبول اس کا نہ روزہ نماز ہو ساقی

بعد احمدؐ کے احد تک ہے رسائی تیری — اہل ایماں کا شرف ناصیہ سائی تیری
یا علیؑ کچھ تو ہے ایسا کہ خدا کے ہوتے — بعض بندوں میں مسلّم ہے خدائی تیری

کب میں نے کہا لعل و گہر دے ساقی — ہوں رند مجھے آتش تر دے ساقی
مقدار میں کم ہی سہی لیکن ہو وہ آگ — ہر لفظ میں بجلیاں جو بھر دے ساقی

قلزم اوصاف تیرا موج اندر موج ہے — لشکر باغی کو ہیبت تیری مہلک فوج ہے
یا علیؑ ہم پایہ تیرا کوئی ہو سکتا نہیں — چھو سکے تیری بلندی کس کا اتنا اوج ہے

جانا ہے خدا تک تو نبیؐ تک آؤ — ملنا ہے نبیؐ سے تو علیؑ تک آؤ
بے نیل مرام ہی رہو گے واعظ — منہ پھیر کے ان سے جو کسی تک آؤ

عزت اپنی نہ کیوں بڑھائے واصفؔ — کیوں پیشِ خدا نہ اوج پائے واصفؔ
جس پاؤں کو خود مہرِ نبوت چومے — کس طرح نہ اس پہ سر جھکائے واصفؔ

مداحِ شہ عقدہ کشا ہو جانا — ہے فکرِ زمانہ سے رہا ہو جانا
جنت میں مجھے دیکھ کے حوریں بولیں — واصفؔ کہو کیا سمجھے کہ کیا ہو جانا

علی وہ عبد ہیں کرتا ہے حق بھی پیروی ان کی
وہ عالم میں نظیر اب تک نہ دیکھی واقعی ان کی
سخن کو طول کیوں دیتا ہے واصفؔ مختصر یہ ہے
ہوا کافر کیا شک شان میں جس نے کبھی ان کی

کب قابلِ توقیر ہر آئینہ ہے — پنہاں نہیں ہر شخص پر آئینہ ہے
ہے حلیہ پیمبروں کا جلوہ جس میں — آئینہ وہ آئینہ ہر آئینہ ہے

فیضِ مولودِ حرم ہے کہ مسیحائی ہے — روح ہر پیکرِ بے جاں نے نئی پائی ہے
در ہے دیوار میں یہ غور سے دیکھو واصفؔ — یا کہ بے ساختہ کعبہ کو ہنسی آئی ہے

ہر حال میں جب سوئے محمدؐ ہیں علیؑ
تب زینتِ پہلوئے محمدؐ ہیں علیؑ
رفتار میں گفتار میں کچھ فرق نہیں
کیا مظہرِ خوبوئے محمدؐ ہیں علیؑ

ذی صولت و ذی سطوت و ذی جاہ علیؑ
حق مظہر و حق کوش و حق آگاہ علیؑ
کہتی ہے تقدس کی جلالت واصفؔ
لاریب ہیں منصوص من اللہ علیؑ

ذی رتبہ و ذی منصب و ذی جاہ علیؑ
گمراہ کی خاطر خضرِ راہ علیؑ
ہے بعد نبی قوامِ عالم اُس سے
بندہ ہے عجب شان کا واللہ علیؑ

فصلِ گل سے جو ہواؤں نے مسیحائی لی
باغِ افسردہ کی خاطر چمن آرائی لی
آئی دیوارِ حرم کو بھی جماہی واصفؔ
تن کے ہر ذرۂ بے رُوح نے انگڑائی لی

تیری نظیر کوئی ملتی نہیں ہے شاہا
عہدِ عبودیت کو کب کس نے یوں نباہا
بے مرضئ الٰہی رکھا نہ اک قدم بھی
چاہا اُسی کو تو نے جو کچھ خدا نے چاہا

سرتا بہ قدم مظہرِ داور تو ہے
آئینۂ انوارِ پیمبرؐ تو ہے
خوشبو سے تری صاف عیاں ہے واصفؔ
گلزارِ خلیلی کا گلِ تر تو ہے

بھول بیٹھے تھے خدا کو سب پرستارِ صنم ظلم و بدعت کی گھٹا سے چار جانب تھا ستم
ایک تیرے نور سے ظلمت کدہ روشن ہوا واہ کیا کہنا ترا شمعِ شبستانِ حرم

ہوتا ہے اگر خاصۂ داور پیدا آثار سے ہو جاتا ہے اکثر پیدا
مولودِ حرم کا ہے یہ پہلا اعجاز دیوار میں کعبہ کی ہوا در پیدا

مغرور بہت تھے کبریائی نہ رہی یوں راستے ہوئے کہ کج ادائی نہ رہی
مولودِ حرم تیری بدولت صد شکر اصنام کی کعبہ میں خدائی نہ رہی

یا علیؑ دنیا نے تیرا مرتبہ جانا نہیں جب نہیں جانا تو کیا شکوہ اگر مانا نہیں
ہے مرا ایمان واصفؔ جز خدا و مصطفیٰ بزمِ امکاں میں کسی نے تجھ کو پہچانا نہیں

روزِ تقسیمِ ازل ایک نے دانائی لی ایک دیوانہ اٹھا بادیہ پیمائی لی
جو پسند آیا جسے لے چکا جس دم واصفؔ میں نے بڑھ کر درِ حیدر کی جبیں سائی لی

مشہور جہاں بذل کا آوازہ ہے اپنا ہو کہ غیر سب کو اندازہ ہے
کہنے کو تو بیشمار در ہیں واصفؔ اک بابِ مراد تیرا دروازہ ہے

مجبوب خدا نفس پیمبر ساقی
مشہور جہاں شافع محشر ساقی
پینے میں جسے عار ہو بدبخت ہے وہ
قسمت سے ملا مالک کوثر ساقی

بہرِ عقبیٰ بخشش عصیاں کے ساماں چاہیئں
ہر طرح خوشنودیِ خالق کے عنواں چاہیئں
چاہیئے قرآن صامت اہلِ دنیا کے لیے
ہم کو صامت اور ناطق دونوں قرآں چاہیئں

مجموعۂ انوار کا مظہر ہے علیؑ
اک جلوہ گہ جملہ پیمبر ہے علیؑ
دیکھے وہ ہر اک نبی کو دیکھے جو اِسے
کیا اصل علیٰ صنعتِ داور ہے علیؑ

سرتا بہ قدم قدرتِ داور ہے علیؑ
جس کا ہے جہاں محل وہ مظہر ہے علیؑ
محراب عبادت میں ہے اک عبدِ ضعیف
میدانِ نبرد میں غضنفر ہے علیؑ

ظاہر میں پچازاد برادر ہے علیؑ
باطن میں مگر نفس پیمبر ہے علیؑ
اِس ربط کو سمجھے کوئی کیونکر واصفؔ
سچ یہ ہے کہ عبد خاص داور ہے علیؑ

بیگانہ قریب رہ کے بے راہ رہا
تھا دور جو اپنا وہ ہوا خواہ رہا
ظاہر میں تو معراج پیمبرؐ کو ہوئی
در پردہ مگر نفس بھی ہمراہ رہا

لائیں کہاں سے ڈھونڈھ کے یکتا کہیں جنھیں
بے لوث عبد خاص خدا کا کہیں جنھیں
واصف بجز آئمہ اطہارؑ کون ہیں
بعد نبی ہر ایک سے اچھا کہیں جنھیں

ساقی وہ جام کر پھر ہوش میں آ ہی نہ سکوں
جز ترے غیر کا احسان اٹھا ہی نہ سکوں
موت بھی آئے تو خاکِ درِ میخانہ بنوں
تیرے دروازہ سے اٹھ کر کہیں جا ہی نہ سکوں

کبھی جدا نہ یہ ہستی پُر صفات رہی
قدم قدم پہ نبوت کی اس سے بات رہی
محلِ بت شکنی ہو کہ وقتِ صلح وجہاد
شریکِ کارِ رسالت علیؑ کی ذات رہی

جس حد میں ہیں اس سے نہ سوا کہنے لگیں
کیا جانیے کیا سمجھ کے کیا کہنے لگیں
کچھ وصفِ علیؑ نبیؐ نے ظاہر نہ کیے
تھا خوف کہ بندے نہ خدا کہنے لگیں

کب شان سے کارِ حق نمائی نہ کیا
اس پر بھی خیال کبریائی نہ کیا
بندہ تھا تو بندہ ہی رہا خویش نبیؐ
بھولے سے کبھی دعوائے خدائی نہ کیا

روشنی بخشِ شمعِ طورِ علیؑ
جلوہ آرا قریب و دورِ علیؑ
کیوں نہ عالم ہو مطلعِ انوار
ہے مجسم خدا کا نورِ علیؑ

ہے سہل شہِ طبل و علم کی تعریف
ہر مالکِ املاک و خدم کی تعریف
ایماں مرا وصف ہے ربِ کعبہ
دشوار ہے مولودِ حرم کی تعریف

ہو کہیں رحمتِ فردا و غمِ دوش کا ذکر
پارساؤں میں بہم ہو خرد و ہوش کا ذکر
جلوہ گر تختِ خلافت پہ ہو ساقی واصف
اور رندوں میں نہ ہو بادۂ سرجوش کا ذکر

آسان ہے ہر بحرِ سخا کی تعریف
ہر صاحبِ بخشش و عطا کی تعریف
انسان سے واصف کسی صورتِ بشر
ممکن نہیں ممدوحِ خدا کی تعریف

کیا صدف سے ہو گہر کی تعریف
ذرّوں سے نہ ہو شمس و قمر کی تعریف
قدموں سے علیؑ کے ہوا کعبہ کعبہ
بندوں سے ہو کیا فخرِ بشر کی تعریف

سرخم کریں اولیا ولی ایسا ہو
چومیں قدم اوصیا وصی ایسا ہو
بندے تو ہیں اللہ کے سب ہی واصف
بندہ ہے وہ بندہ جو علی ایسا ہو

جناب امام حسن علیہ السلام

مسرور کس طرح نہ ہوں دلہائے پُر دلا — مطلوب جو تھا اصل میں وہ مدعا ملا
خوشبو سے دو جہاں ہیں معطر زہے نصیب — باغ علیؑ میں پھول یہ شکلِ حسنؑ کھلا

سبو نہ خم نہ صراحی نہ جام دے ساقی — وہ شئے جو بے پئے کیف مدام دے ساقی
خدا کے واسطے واصف کی آرزو سن لے — حسنؑ کی مدح میں حسن کلام دے ساقی

مداحِ حسنؑ حُسنِ بیاں پا جائے — خوش خوانی شیریں سخناں پا جائے
واصف بھی الٰہی گلِ زہرا کے طفیل — ہاں بلبلِ سدرہ کی زباں پا جائے

اس حسن سے ماہ رمضاں آتا ہے — نورِ دلِ مومن کو بڑھا جاتا ہے
کس طرح نہ ہوں اسکے شب و روز حسیں — پیغامِ ولادتِ حسن لاتا ہے

پُر از مستی و حُسن لطفِ سخن ہے — عجب کیف طاری سرِ انجمن ہے
نہ کس طرح لے نطق بوسے زباں کے — مرے لب پہ واصف حدیثِ حسن ہے

از زمیں تا بہ فلک جوش مسرت ہے آج
خوش نصیبوں کی جو دنیا ہے وہ جنت ہے آج

جشن آزادانِ قدح کش میں بجا ہے واصف
پسرِ ساقیٔ کوثر کی ولادت ہے آج

جناب امام حسین علیہ السلام

غافل غمِ شبیر میں رونا اچھا
یا روز و شب آرام سے سونا اچھا

محشر میں جو آبرو کی خواہش ہے تجھے
منہ صبح دما اشکوں سے دھونا اچھا

شاداں صدفِ صبر کہ گوہر پایا
خنداں چمن دیں کہ گلِ تر پایا

مسرور ہے فطرس کہ ملی دل کی مراد
ہم خوش ہیں کہ ایک اور رہبر پایا

ہر ایک دل و زباں سے شیدائی ہے
پنہاں و نمایاں تری دارائی ہے

صورت میں تری کتنی کشش ہو گی حسینؑ
جب ذکر میں تیرے اتنی زیبائی ہے

شبیر جو ہر اک ترا شیدائی ہے
لاریب مسلم تری دارائی ہے

کی موت قبول تو نے عزت کے لیے
ذلت کی حیات تو نے ٹھکرائی ہے

ہے جھوٹ جو کہتا ہے فقط نام کیا
اے ابنِ علی تونے بڑا کام کیا
سر ہی تہِ خنجر نہیں رکھا تونے
سچ یہ ہے کہ اسلام کو اسلام کیا

سر خنجرِ تسلیم پہ دارا تونے
اور دین کی دنیا کو سنوارا تونے
خود اپنے سفینہ کو ڈبو کر واللہ
اسلام کی کشتی کو ابھارا تونے

زمیں سے فلک تک فضا گونجتی ہے
گلستاں کی بن کی ہوا گونجتی ہے
دمِ عصر نکلی تھی کس دل سے واصف
جو پر درد اب تک صدا گونجتی ہے

رحمتِ رب ذو المنن ہیں حسینؑ
شانِ پیغمبرِ زمن ہیں حسینؑ
نورِ قلبِ علیؑ و بنتِ رسولؐ
قوتِ بازوئے حسن ہیں حسینؑ

کمزوروں میں جو توانائی ہے
شبیر یہ تیری ہی مسیحائی ہے
جھکتا نہیں اب پائے ظلم پر کوئی سر
دنیا کو یہ بات تو نے سکھلائی ہے

بندۂ خاصِ خدا دینِ نبی کی آبرو
بزمِ عالم میں نظر آیا ہے تنہا آپ تو
یا حسینؑ ابنِ علی تیری ثنا کے واسطے
لفظ ملتے ہی نہیں واصف کرے کیا گفتگو

کوئی غم نہیں اب کہ چین آگیا ہے — سرور دل و نور عین آگیا ہے
نبی کی زباں پر ہے فرط خوشی میں — خدا را مجھے میرا حسینؑ آگیا ہے

شبیر سے بے گھروں کو گھر ملتے ہیں — بے زر ہوں اگر تو وہ زر ملتے ہیں
شاہد ہے مرے قول کا فطرس سا ملک — بے بال و پری میں بال و پر ملتے ہیں

معین و مونس و ہمدرد و یاور ایسے ہوتے ہیں — سکون بخش دل بیمار و مضطر ایسے ہوتے ہیں
چھڑایا آتے ہی فطرس کو قید غم سے حضرت نے — خدا شاہد ہے واصف بندہ پرور ایسے ہوتے ہیں

مختار دو جہاں ہے وہ آقا ملا ہمیں — ہر درد جاں گزا کا مسیحا ملا ہمیں
پوچھے جو کوئی ہم سے تو واصف بتائیں ہم — سرکار سے حسینؑ کی کیا کیا ملا ہمیں

کشتی اہل ولا کی کھینے والے — منجدھار میں ہاتھ تھام لینے والے
مژدہ ہو کہ آئے ہیں حسینؑ ابن علیؑ — خود جھیل کے غم چین کے دینے والے

اس بات کو جانتی ہے ساری دنیا — باطل کی تمنا تھی کرے حق کو فنا
واللہ خدا کا نام اور دین رسولؐ — شبیر نہ ہوتے تو نہ باقی رہتا

تہ خنجر ترے سجدہ پہ طاعت ناز کرتی ہے
شہادت کی ادا پر خود شہادت ناز کرتی ہے
دیا شبیر تو نے امتحاں کچھ یوں کہ اب تجھ پر
امامت کیا نبوت کیا مشیت ناز کرتی ہے

دریائے معرفت کا شناور حسینؑ ہے
پروردۂ علیؑ و پیمبرؐ حسینؑ ہے
اللہ نے کسی کو نہ دی ایسی آبرو
جس کا نہیں جواب وہ گوہر حسینؑ ہے

دنیا میں ایک رحمتِ داور حسینؑ ہے
ہر حال میں شریک پیمبرؐ حسینؑ ہے
ہیں ناخدا جو کشتیٔ اسلام کے رسول
آصفؔ خدا گواہ ہے لنگر حسینؑ ہے

اخلاقِ محمدی سکھانے والا
مثل اب وجد خلق پہ چھانے والا
کیا سوم شعبان ہے مبارک آصفؔ
ہے مرجعِ کونین یہ آنے والا

دیندار چلا ہے کہیں لے دین کی راہ
حق نے کبھی چاہی بھی ہے باطل سے پناہ
فاسق کو شۂ دیں سے امید بیعت
لاحول ولا قوۃ الا ... باللہ

سر تا بہ قدم نبی کی سیرت ہیں حسینؑ
آنکھیں ہوں تو اللہ کی قدرت ہیں حسینؑ
مٹنے کا نہیں خلق سے اب کلمۂ حق
ہادی ہی نہیں جانِ ہدایت ہیں حسینؑ

بیتابیاں رخصت ہوئیں چین آیا پھر
مسرور ہے دل کہ نورِ عین آیا ہے
سینے سے لگا لگا کے کہتے ہیں رسول
ضامن مرے دیں کا حسینؑ آیا ہے

اس بات میں واللہ نہیں کوئی کلام
شبیر کے نام کو دیا حق نے دوام
اسلام ہے وابستۂ شبیرؑ تو پھر
تا حشر مٹائے نہ مٹے گا اسلام

لاریب یہ سر بسر رہے گا زندہ
بے نقص بکر و فر رہے گا زندہ
جب زندۂ جاوید ہیں شبیرؑ تو پھر
اسلام بھی تا حشر رہے گا زندہ

ایثار ترا حکم شریعت سے بلند
ہے خدمتِ دیں حدودِ خدمت سے بلند
یوں ہی ترا اک سجدۂ آخر شبیرؑ
پھر کیوں نہ ہو کونین کی طاعت سے بلند

ہے حسن سلوک ہی کا بس نام حیات
ورنہ یہ حیات بھی ہے دراصل ممات
وہ مر گئے اور نام انکا زندہ ہے
جو کر کے گئے خلق پہ کچھ احسانات

اعزاز کے حقدار جہاں رہتے ہیں
جو ان کا مقام ہے وہاں رہتے ہیں
دنیا میں سر دوش نبی عقبیٰ میں
سردار جوانانِ جناں رہتے ہیں

بجا ہیں فخرِ رسولاں کے افتخارِ حسینؑ | بقائے شرعِ مبیں کے ہیں ذمہ دارِ حسینؑ
انھیں کے خون کا ہے رنگ باغِ ایماں میں | ریاضِ دینِ محمدؐ کی ہیں بہارِ حسینؑ

خموش کرتے تھے اس دن کا انتظارِ حسینؑ | جو دل میں رکھتے ہیں کردیں وہ آشکارِ حسینؑ
بلا ٹلے نہ کبھی سر سے دینِ برحق کے | اگر نہ جان کو اپنی کریں نثارِ حسینؑ

روش سے تیری رہا خلق میں نبیؐ کا چلن | کہ تیری ذات ہے جانِ تنِ رسولِ زمن
ہوائے کفر کے جھونکوں میں تیرے دم سے حسین | چراغِ دینِ محمدؐ ہے آج بھی روشن

خدا کے علم میں رکھتے ہیں اعتبارِ حسینؑ | نہ کس طرح ہوں شفاعت کے تاجدارِ حسینؑ
نہیں ہیں گلشنِ جنت کے مفت میں سردار | لٹا چکے ہیں ریاض اپنا پر بہارِ حسینؑ

از آدم تا بہ ختم المرسلیں ممنونِ احساں ہیں | محافظ دیں کے ایسے پاسباں پر ناز کرتے ہیں
فنا خود ہو گئے اسلام کو بخشی بقا واصف | بجا ہم بھی شہِ تشنہ دہاں پر ناز کرتے ہیں

قرآن و عترت (حدیث ثقلین)

عاصی ہوں مگر یہ سوچ کے دل غمگیں نہیں ہے شاداں ہے
کیا خوف جہنم کا مجھکو بخشش کا مہیا ساماں ہے

دروازۂ جنت پہ وا آصف روکے مجھے کس میں دم ہے بھلا

اک ہاتھ میں عترت کا دامن اک ہاتھ میں میرے قرآں ہے

موجی تھیں ہواؤں نے بجھائیں شمعیں
دنیا میں کسی کام نہ آئیں شمعیں
روشن ہیں وہ آندھیوں میں اب بھی آصف
شبیر نے جو خوں سے جلائیں شمعیں

عروج ذوق طاعت میں حد عرفاں کہاں پر ہے

بجز خالق کوئی مخلوق کیا سمجھے جہاں پر ہے

نہ جانے تو نے کس دل سے کیا تھا آخری سجدہ

دو عالم سر بسجدہ تیرے سجدہ کے نشاں پر ہے

شبیرؑ کا مداح و ہوا خواہ ہوں میں
اللہ کو ہے علم حق آگاہ ہوں میں
کیونکر نہ عداوت ہو عدو سے ان کے
اوروں کی طرح کیا کوئی گمراہ ہوں میں

انصارِ حسینؑ

شبیرؑ پہ جاں نثار کرنے والے
غمخانہ سے سر درگزرنے والے
سر دیدیا اور لے لی حیات جاوید
اب ایسے کہاں خلق میں مرنے والے

لو اہلِ عزا ماہِ محرم آیا
ہر ذرہ نظر بچشمِ پرنم آیا
اجڑا ہے اسی فصل میں زہرا کا چمن
ہنگامِ غم و نوحہ و ماتم آیا

جو ختم نہ ہو گا کبھی وہ غم آیا
تا حشر نہ جائے گا وہ ماتم آیا
جی کھول کے شبیرؑ پہ رونا ہے ہمیں
ہاں اہلِ عزا ماہِ محرم آیا

آرامِ دلِ علیؑ و زہرا بھی نہ تھا
مانا کہ محمدؐ کا نواسہ بھی نہ تھا
جس پیاسے کو کر ڈالا مسلمانوں نے ذبح
کیا وہ کوئی اللہ کا بندہ بھی نہ تھا

دشتِ غربت میں بے وطن ہیں حسینؑ
وقفِ آلام و صد محن ہیں حسینؑ
ننگے سر ہیں علیؑ نبیؐ و بتول
کربلا میں جو بے کفن ہیں حسینؑ

جناب امام حسنین علیہ السلام

سبطین رسولؐ دو جہاں ہیں حسنین
زہرا و علیؑ کے دل و جاں ہیں حسنین
اب شانِ نبیؐ و علیؑ و زہرہ سمجھو
سردارِ جوانانِ جہاں ہیں حسنین

جنابِ امام زین العابدینؑ

ویران تھا گھر کرنے کو آباد آئے
غمگیں کو بنانے کے لیے شاد آئے
کس طرح نہ مسرور ہوں ذاکرِ شبیرؑ
جب ہنستے ہوئے سید سجادؑ آئے

سجاد کی یاد جب بھی آجاتی ہے
کیا کیا دلِ بیتاب کو تڑپاتی ہے
اب کیا کہیے دن رات کی حالت واصفؔ
چین آتا ہے دم بھر کو نہ نیند آتی ہے

سجادِ حزیں کا جو خیال آتا ہے
کیا کیا دلِ بیتاب کو برماتا ہے
چالیس برس ہنس نہ سکے بعد پدر
واصفؔ یہی رنج خون رلواتا ہے

جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام

عیش و عشرت سے قریں ہیں رنج و غم سے دور ہیں
یوں ہنسی آتی ہے پیہم ضبط سے مجبور ہیں
خانۂ ارماں ہوا آباد واصفؔ اس لیے
انتہائی حضرتِ زین العبا مسرور ہیں

حضرت زین العبا کا دل بہت ہے شاد آج
باقرِ علمِ نبی سے گھر ہوا آباد آج
دوست ہیں جتنے چلے آتے ہیں باہم جوق جوق
آؤ واصفؔ چل کے دو تم بھی مبارک باد آج

پھر بلبل بستانِ ولا نغمہ سرا ہے
باقرؑ کی ولادت سے فضا روح فزا ہے

خوشبو سے معطر ہے مشامِ دلِ ایماں
پھر باغِ امامت میں نیا پھول کھلا ہے

کل علوم ظاہر و باطن کے ماہر آئے ہیں
پردے پردے میں تہیں ظاہر بظاہر آئے ہیں

گتھیاں علمی مسائل کی یہی سلجھائیں گے
پوچھنا واصف جو ہو پوچھو کہ باقرؑ آئے ہیں

ذرہ ذرہ حسنِ عالم سارا سے پُر نور ہے
کیف عشرت سے زمانہ کی فضا مخمور ہے

اس ولادت باسعادت کا اثر واصف نہ پوچھ
دل کی صورت نورِ باقرؑ سے جہاں معمور ہے

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

واصف کرے کیا موسیٰ کاظمؑ کا بیاں
بیتاب ہے دل چلنے میں رکتی ہے زباں

صد اجل نے بیڑیاں کاٹیں جب
تب ختم ہوئی مدت قیدِ زنداں

جناب امام رضا علیہ السلام

افسوس وطن کے ساتھ کنبہ چھوٹا
ایسا کوئی غربت زدہ ہو گا نہ ہوا

ہے طوس تو جائے قبر غرب مولد
سچ ہے کہ غریب الغربا ہو مولا

جناب امام محمد تقی علیہ السلام

جہاں میں پائی جس جس نے راہ صدق سداد
قدم قدم پہ اسی رہنما کی ہے امداد
پتہ بتاؤں میں واصف وہ رہنما ہے کون
رضا کا لاڈلا لخت دل رسول جواد

جناب امام علی نقی علیہ السلام

نہ کیوں شکر خالق بجا لائے واصف — ہوئی آج پوری تمنائے واصف
مسرت کی حد ہے نہ کچھ انتہا ہے — محمد کے گھر میں علیؑ آئے واصف

بلند بزم میں کیونکر نہ ہو صدائے درود — کہ سر پہ سایہ فگن ہے سحاب فضل ودود
ہر ایک سمت ہے آوازۂ مبارک باد — تقی کے گھر میں نقی کا ہوا ہے آج ورود

میان بزم صدائے درود کیا کہنا — نزول رحمت رب ودود کیا کہنا
برائے تہنیت آتے ہیں قدسیان فلک — تقی کے گھر میں نقی کا ورود کیا کہنا

کس طرح سے مسرور نہ ہوں اہلِ ولا آج — آئینۂ ایماں پہ ہوئی اور جلا آج
کب گھر میں تقی کے یہ نقی آئے ہیں — اک اور گہر سلکِ امامت میں ملا آج

مسرور کس طرح سے نہ ہوں خاص و عام آج — کافور رنج و غم ہوئے سب لا کلام آج
انعامِ حق کا شکر ادا کس زباں سے ہو — گھر میں امام کے ہوا پیدا امام آج

جناب امام حسن عسکری علیہ السلام

مژدہ باد اے مبتلائے دردِ دل — آگیا وقت شفائے دردِ دل
خوش نصیبی سے امام عسکری — بن کے آئے ہیں دوائے دردِ دل

حدیثِ محمدؐ بھی پیشِ نظر ہے — مگر ذہن الجھے تو آخر کروں کیا
محمدؐ کہوں یا محمدؐ کا پیارا — امامِ حسن عسکری کو کہوں کیا

کیا پیش کرے ایسے گلستانِ جہاں پھول — دکھتا نہیں اس رنگ کا گلزارِ جناں پھول
کس طرح نقی شاد نہ ہوں گود میں لے کر — پایا ہے دو عالم کی بھی قیمت سے گراں پھول

تعجب کیا ہے گر یہ انوکھی شوخیاں گل ہے
یہ باغ دہر میں ہر صاحب ایماں کی جاں گلِ تر

امام عسکری کہتے ہیں جسکو آج ہم واصف
خدا رکھے امامت کے چمن کا گیارھواں گلِ تر

بہارِ گلستانِ پیغمبری ہیں
گلِ تازۂ گلشنِ حیدری ہیں

محمدؐ کے پیارے علی کے دلارے
جنابِ امامِ حسن عسکری ہیں

عیاں ہر طرف آج ہے رنگِ بہجت
کسی کو نہیں جشنِ شادی سے فرصت

مسرت کا پیغام لائی ہے واصف
امامِ حسن عسکری کی ولادت

بصد شوکت لگائے سر پہ تاجِ سروری آئے
سراپا لیکے حسنِ جلوۂ پیغمبری آئے

ملائک تہنیت خواں منقبت خواں ہیں بشر واصف
لیے کونین کی شاہی امامِ عسکری آئے

نہ ہو کیوں محفلِ میلاد ہر سو منعقد اے دل
بہارِ روح پرور مژدۂ جاں بخش جب لائے

ہوا جس سمت سے آتی ہے سنتا ہوں یہی واصف
امامِ عسکری آئے امامِ عسکری آئے

جناب امام زمانہ علیہ السلام

دل کو میں اپنے سنبھالے ہوں یقیں مانیئے آپ
جلوۂ حسنِ خداداد تو دکھلائیے آپ
میں تو کہتا ہوں کہ غش مجھ کو نہیں آئے گا
آیئے پردۂ غیبت سے نکل آیئے آپ

منتظر ایک زمانہ سے ہیں مشتاق جمال
خوب روپوش رہے آج تو پردہ الٹو
غش جو آجائے تو جو چاہنا دے لینا سزا
کسی صورت سے نقابِ رُخِ زیبا الٹو

چاہنے والوں سے پردہ چاہیئے
کیا یہی شیوہ طریقہ چاہیئے
کچھ تو تسکینِ دلِ بیتاب ہو
اب نقابِ رُخ اٹھانا چاہیئے

یہ مان لیا میں نے کہ پھر آؤگے
بیتاب دلوں کو آکے بہلاؤگے
جاتے ہوئے اتنا تو بتاتے جاؤ
آؤگے تو واصف کو کہاں پاؤگے

دردِ دلِ بیتاب بیاں کرتے ہیں
سوزِ غمِ پنہاں کو عیاں کرتے ہیں
جب آپ کی عادت ہو تغافل کیشی
کیا ہرج ہے عاشق جو فغاں کرتے ہیں

ہمنامِ محمد کی ثنا کرتا ہوں　　دن رات اسی دھن میں رہا کرتا ہوں
دے دے کے خدا کو نقدِ مدحِ معصوم　　فردوس میں گھر مول لیا کرتا ہوں

زیارت کا دلِ پرشوق میں ارمان لایا ہوں
برائے نذر جس تحفہ کا تھا امکان لایا ہوں
قصیدہ کے عوض میں چند قطعے منقبت آگیں
بہت ہوں بے بضاعت مختصر سامان لایا ہوں

بظاہر اک عریضہ تا بہ ساحل لے کے آیا ہے
مگر باطن میں ارمانوں بھرا دل لے کے آیا ہے
پلٹ کر جائے خالی ہاتھ واصف غیر ممکن ہے
سخی کے در پہ حاجت شکلِ سائل لے کے آیا ہے

پردۂ غیب میں مدت سے سنورنے والے
چاہنے والوں کا کچھ دھیان نہ کرنے والے
لی خبر اب بھی نہ تو نے تو رہے یاد اتنا
زندہ رہنے کے نہیں ہجر میں مرنے والے

یہ آخر کیا لبِ ساحل لئے ہو — عریضہ صورتِ سائل لئے ہو
عریضہ پیش کیوں کرتے ہو واصفؔ — تمناؤں بھرا جب دل لئے ہو

کمزور ہے محروم توانائی ہے — بیتاب ہے محتاج شکیبائی ہے
کچھ دیر کا مہمان ہے بیمار فراق — لے جلد خبر وقتِ مسیحائی ہے

منتظر ہر اک ہے گھر گھر آئیے — بہرِ حق بہرِ پیمبرؐ آئیے
ہو چکا بس اب تکلف ہو چکا — آئیے پردہ سے باہر آئیے

ہے بہت ہی قلب مضطر آئیے — ہو رہی ہے زیست دوبھر آئیے
ہجر کی راتیں نہیں کٹتی ہیں اب — آئیے پردہ سے باہر آئیے

ہمیشہ کی مسرت تجھ کو اب اے دل مبارک ہو
مبارک ہو غم جانکاہ کا حاصل مبارک ہو
کہ آنے والے کی تحریر بازو سے نمایاں ہے
زمانہ میں حق آیا اور گیا باطل مبارک ہو

تصوّر میں جو دیکھی ہے وہی تصویر دیکھیں گے
وہی چلتی ہوئی پھر حیدری شمشیر دیکھیں گے
کبھی تو جمع ہو جائیں گے سامانِ مسرّت بھی
ترے جلوہ سے قائم امنِ عالمگیر دیکھیں گے

دیکھیے دنیا کا منظر آیئے — یہ بھی کر دوں عرض کیونکر آیئے
ایک مدّت سے جو ہے زیبِ نیام — لے کے وہ تیغِ دو پیکر آیئے

اے سکونِ دلِ مضطر آجا — مونسِ بیکس و بے پر آجا
لے مریضوں کی خبر رشکِ مسیح — بہرِ حق بہرِ پیمبر آجا

خدا چاہے تو جذبِ عشق کی تاثیر دیکھیں گے
انھیں آنکھوں سے ان کا روئے پُر تنویر دیکھیں گے
بلا سے آج واصف مبتلائے دردِ فرقت ہیں
اُنھیں کل محوِ چارہ سازی و تدبیر دیکھیں گے

بیٹھا ہے انتظارِ زیارت لیے ہوئے — آنکھوں میں ذوقِ دید کی حسرت لیے ہوئے
واصف ترا فقیر ہے پھر بھی ہے بیقرار — بہرِ نثار نقدِ محبت لیے ہوئے

سمجھتا نہیں دل کو سمجھا رہے ہیں — بہلتا نہیں لاکھ بہلا رہے ہیں
خدارا یہ آواز اب تو سنا دو — نہ گھبرا نہ گھبرا کہ ہم آ رہے ہیں

ازل سے جو کہ سرتا پا تمنا ہی تمنا ہے
اگر موقع ملے تو کچھ سکے ارمان کیا کیا ہے

عریضہ میں کہاں تک کوئی لکھے اور کیا لکھے
ورق ہے اک کتابِ دل کا اور وہ بھی ادھورا ہے

تلاش جس کی تھی لاریب وہ کلام ملا
خوشی کا ہر دلِ بیتاب کو پیام ملا

جو ہم ہیں شاد تو مسرور نیمۂ شعباں
کہ اس کو چاند ملا اور ہمیں امام ملا

جاگنا اچھا نہیں یہ نیند کا اصرار ہے
پھر بھی ارمانِ زیارت میں ہر اک بیدار ہے

کاٹ دی آنکھوں میں ساری رات آنکھیں ہیں گواہ
آنے والے آ زمانہ طالبِ دیدار ہے

عریضہ ڈال کر دریا کا دھارا دیکھنے والے
ہیں بحرِ شوق میں غرق آشکارا دیکھنے والے

بہت بے چین ہیں اے کاش کانوں میں صدا آئے
ہم آئے اب نہ گھبرا اے سہارا دیکھنے والے

ظلمت کدہ میں شمعِ شبستاں کوئی نہیں
روشن چراغ بھی تہِ داماں کوئی نہیں

ہے جلوہ ریز ماہ فلک کیوں زمین پہ
جب نور پاش مہر درخشاں کوئی نہیں

آج ہر میکش کے لب پر ہر چہ بادا باد ہے
جس کو دیکھو مست ہو مسرور ہو دلشاد ہے

اللہ اللہ بارھویں ساقی کی آمد کا سرور
رونقِ میخانہ واصف مصطفیٰ آباد ہے

بوئے گل آنکھ سے پنہاں ہو مگر ہو موجود — دیکھتا کوئی نہیں تار نظر ہے موجود
پتا پتا چمنِ دہر کا واصف ہے گواہ — ہے موثر کوئی جس کا یہ اثر ہے موجود

ہر وقت زباں پر ترا افسانہ ہے — مدہوش ہے اپنے سے بھی بیگانہ ہے
حاصل ہے مشاہدہ تو کیا ہو انجام — واصف جو تصور ہی میں دیوانہ ہے

جسمِ خاکی سبب روحِ رواں قائم ہے — یعنی پنہاں ہے مکیں اور مکاں قائم ہے
ہے مدبر بھی کوئی پردۂ غیبت میں ضرور — جس کی تدبیر سے یہ نظمِ جہاں قائم ہے

قائمِ آلِ محمدؐ بے نقاب آنے کو ہے — اپنے مرکز پر پلٹ کر آفتاب آنے کو ہے
مثلِ موسیٰ تم بھی واصف غش نہ ہو جانا کہیں — دیکھنا برقِ تجلّی کا جواب آنے کو ہے

ہر ذرہ ہے خورشید درخشاں بہ کنار — اللہ رے مہ نیمۂ شعباں کا نکھار
وہ پھول کھلا گلشن نرجس میں آج — جس پر ہے فدا باغِ دوعالم کی بہار

جس کو ہم دل سے پیار کرتے ہیں — ہر طرح اعتبار کرتے ہیں
یہ یقیں ہے کہ آپ آئیں گے — اس لیے انتظار کرتے ہیں

حُسن میں حُسنِ تغافل کی اگر بات نہ ہو
عشق کے دل میں کبھی شورشِ جذبات نہ ہو

دوستی نام اسی کا ہے جہاں میں واصفؔ
مدّتوں چاہنے والے سے ملاقات نہ ہو

خاموش ہوں آرزو لیے بیٹھا ہوں
دل مائلِ جستجو لیے بیٹھا ہوں
آجائیں اگر وہ تو کھلیں لب واصفؔ
اک دفترِ گفتگو لیے بیٹھا ہوں

لختِ دلِ زہرا و علی جانِ محمدؐ
ہم صورت و ہم سیرت و ہم شانِ محمدؐ
اندھیر ہے دنیا ترے پروانوں کی
اب جلوہ دکھا شمعِ شبستانِ محمدؐ

دراصل جو ہے وارثِ سامانِ محمدؐ
ہر شے کا نگہبان ہے ہم شانِ محمدؐ
قرآن کے ساتھ اس کی بھی کرلیں گے زیارت
وہ آئے گا جب حافظِ قرآنِ محمدؐ

اے روشنیٔ عظمتِ ایوانِ محمدؐ
اے باعثِ آرامِ دل و جانِ محمدؐ
لو تجھ سے لگائے ہے ترا واصفؔ محتاج
پردے میں ہے کیوں شمعِ شبستانِ محمدؐ

خضرا سے عبث تیر و کماں لے کے چلو
کیوں ساتھ کوئی فوجِ گراں لے کے چلو
ہوجائے گی گم خود ہی صدائے ناقوس
تم غلغلۂ شورِ اذاں لے کے چلو

جب تو بھی محمدؐ ہے بہ فرمانِ محمدؐ
لختِ دلِ زہرا و علی جانِ محمدؐ

یلغار ہے باطل کی ہر اک پیروِ حق پر
للہ دکھا دبدبۂ شانِ محمدؐ

خضرا میں کمر جھکے بہت آرام چھوڑ دے
جو آج کا ہے کل پہ نہ وہ کام چھوڑ دے

ایسے ہی وقت اب ہو ضرورت حضور کی
لازم نہیں ہے اپنوں کو ناکام چھوڑ دے

وہ برق صفت صاعقہ کردار کہاں ہے
کر دے جو زمانے میں دھواں دھار کہاں ہے

کیا بات ہے کیوں ہاتھ ہو روکے ہوئے مولا
برسوں سے جو ہے میان میں تلوار کہاں ہے

جس کو تھی بہت حسرتِ دیدار کہاں ہے
فرقت میں جو تھا زیست سے بیزار کہاں ہے

آنا ہو تو ٹھکرا کے لحد دیجیے آواز
سن لیجیے جب واصفِ بیمار کہاں ہے

اک ہی تسبیح کے دانے ہیں جب بارہ امام
صورت و سیرت میں واصف کیوں نہ ہوں یکساں تمام
شک نہیں اس میں کہ ہے قولِ محمدؐ مصطفےٰ
متحد طینت میں باہم ہیں جدا کہنے کو نام

کب اثر ہوگا الٰہی آہ کی تاثیر کا
سلسلہ کب تک رہے گا نالۂ شبگیر کا
روشنی کب ہوگی واصف کے دلِ تاریک میں
کب نظارہ ہوگا اُن کی چاند سی تصویر کا

جس کو مرضِ عشق کا آزار نہیں ہے
مضطر ہی تسکیں کا سزاوار نہیں ہے
کیوں جاگ کے راتوں کو سحر کرتا ہو واصف
وہ مستحقِ شربتِ دیدار نہیں ہے

صہبائے محبت سے جو سرشار نہیں ہے
ساقی کی توجہ کا سزاوار نہیں ہے
انگڑائیاں لے لاکھ مگر جام ولا کا
اس میکدۂ خاص میں حقدار نہیں ہے

ہاں مصلحتِ وقت جو سرکار نہیں ہے
اچھا تو تجھے بھی کوئی اصرار نہیں ہے
بھولے سے خیال آئے نہ یہ خواب میں مولا
واصف ہی تمنائی دیدار نہیں ہے

خونِ دل بیقرار کب تک کرتے
اس جبر کو اختیار کب تک کرتے
تھی موت حیات کی جو خواہاں واصف
ہم آپ کا انتظار کب تک کرتے

غم خانہ کی ظلمت کا ازالہ ہو جائے
مٹ جائے الم خوشی دوبالا ہو جائے
واصف کبھی تجھے چودھویں کا چاند کہے
جب گھر میں اندھیرے سے اجالا ہو جائے

دشمنوں کی گرم باتیں کر رہی ہیں دل کباب
دل جگر کا خوں پئے لیتا ہے سوزِ التہاب
منکرانِ حق کو آخر کس طرح میں چپ کروں
آپ ہی آکر بتا جائیں کوئی مسکت جواب

پردہ چہرے سے کب اٹھائیں گے آپ — کتنے دن تک ابھی رلائیں گے آپ
کچھ تو کہیے کہ دل کو ڈھارس ہو — یہ بتا دیجئے کب آئیں گے آپ

آپ آئیں گے یقیناً آئیں گے — لاجرم وعدہ وفا فرمائیں گے
آج ذرّہ کون لے آخر حضور — اپنے بیماروں کو بھی کل پائیں گے

ایسے دُرِ نایاب کی ہے سلکِ امامت — ہم رشتہ نبوت سے ہے ایسی یہ لڑی ہے
کچھ فرق نکل آئے تو واقف مرا ذمہ — وہ جوہری لے آؤ پرکھ جس میں بڑی ہے

آیئے سامانِ راحت لائیے — دل بہت مضطر ہے کچھ سمجھائیے
ہے زمانہ ظلم سے چھلکا ہوا — عدل سے امن و اماں پھیلائیے

کی ہے بس غیبت بھی ہزاروں سے ملاقات
پھر چھپ نہ سکی یوں ہوئی دنیا پہ عیاں بات

واصف کو بھلا بیٹھے ہو کس جرم پہ مولا
دن ہی کو نہ فرصت ہی مجھیں اور نہ اب رات

کورِ مادر زاد منکر ہے ہر اک مستور سے
اعتراض اچھا نہیں مجبور سے معذور سے

چھیننے والے تجھ سے واصف کو عقیدت کیوں نہ ہو
اس نے پہچانا تجھے زورِ نظر کے نور سے

جس وقت ترا زباں پہ نام آتا ہے
محبوبِ خدا لب پہ کلام آتا ہے

ہمنام محمّد ہے جو نامِ نامی
ہمراہ درود اور سلام آتا ہے

صد شکر کہ میں زورِ نظر دیکھ رہا ہوں
تم پردے میں پنہاں ہو مگر دیکھ رہا ہوں

ان شوخ نگاہوں سے کبھی چھپ نہ سکو گے
رُخ کرتا ہوں جس سمت ادھر دیکھ رہا ہوں

دم بخود جاں سے گزرنا ہے پسند
منھ سے اُف تک بھی نہ کرنا ہے پسند

کیا غمِ فرقت میں خاموشی کے ساتھ
چاہنے والوں کا مرنا ہے پسند

دنیا کے لیے کیوں نہ معمّا ٹھہرے
جب طائرِ فہم بھی نکمّا ٹھہرے

الیاس نبی نماز خشکی میں پڑھیں
پانی پہ امام کا مصلّیٰ ٹھہرے

فَضَّلنَا علیٰ بعض کا نقشا دیکھو
اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھو
الیاس نبی ہیں اور قائم ہیں امام
کس کا ہے سرِ آب مصلّا دیکھو

وہ داب کہ بہتا ہوا دریا ٹھہرا
جنبش نہ ذرا بھی ہوئی ایسا ٹھہرا
دراصل ہے اس بندۂ خالق کی نماز
جس کے لیے پانی پہ مصلّا ٹھہرا

رو کشِ برق ہے تنویر تری
راہ پاتا نہیں رہ گیر تری
محوِ حیرت ہوں کہ ٹھہری کیونکر
دل کے آئینہ میں تصویر تری

مقصود حمایت نہیں تو اور یہ کیا ہے
منظور حفاظت نہیں تو اور یہ کیا ہے
پانی پہ مصلے ہے مصلے پہ مصلی
اللہ کی قدرت نہیں تو اور یہ کیا ہے

مرنے جینے میں سہولت نہیں دشواری ہے
رات ہی صرف نہیں دن بھی اسے بھاری ہے
رہتی ہے آٹھ پہر کشمکش موت و حیات
تیرے واصف کو عجب طرح کی بیماری ہے

تری حیات کا اعلانِ عام کرتا ہوں
ہمیشہ نشرِ وجودِ دوام کرتا ہوں
کسی کے لب پہ ترا نام آئے یا زباں مری
بلا ارادہ بھی جھک کر سلام کرتا ہوں

وہ کون ہے نہیں جو پرستار آپ کا — عیسیٰ بھی نام لیتے ہیں ہر بار آپ کا
یہ تو بتائیے کہ زمانہ کہے گا کیا — کوئی جو مر گیا کہیں بیمار آپ کا

میان میں کب تک رہے گی ذوالفقار — ہے ضرورت اس کا اب اظہار ہو
کم سے کم اتنا تو دنیا دیکھ لے — ورنہ دارِ حیدرِ کرّار ہو

سمجھے تھے ہم کہ آئیں گے بہجت لیے ہوئے — خنکیٔ دل مسرّت و راحت لیے ہوئے
کیا جانتے تھے حشر بپا ہوگا ہر طرف — آئیں گے بھی تو ساتھ قیامت لیے ہوئے

ہر گام نظر حشر کی صورت آئی — خوش دوست ہیں دشمنوں پہ آفت آئی
اس شوخیٔ رفتار کی حد ہے کوئی — لپٹی ہوئی قدموں سے قیامت آئی

اس حال میں مشکل ہے گزارا میرا — ذمہ ہے ترے ہی کام سدا میرا
امداد کا ہے وقت پکاروں کس کو — جز تیرے نہیں کوئی سہارا میرا

دنیا کو نہ زنہار دیکھوں گا میں — چل پھر کے نہ کاروبار دیکھوں گا میں
اب بیٹھ کے گھر میں در پہ رکھوں گا نظر — یوں آپ کا انتظار دیکھوں گا میں

کچھ ہی دن میں سقفِ کعبہ پر اذاں ہونے کو ہے
زہد و تقویٰ کا یقیناً امتحاں ہونے کو ہے
پردۂ غیبت سرکتا ہے حضوری ہے قریب
انتخاب اہل ایماں بیگماں ہونے کو ہے

تڑپا رہا ہے قلب کو حضرت کا انتظار
رو کے ہے راہ خواب زیارت کا انتظار
واصف غمِ فراق میں دوبھر ہے زندگی
دیکھیں دکھائے کیا یہ قیامت کا انتظار

اے نورِ مجسّم ترا پروانہ ہوں
حد یہ ہے کہ اپنے سے بھی بیگانہ ہوں
کیا جانیے کیا ہو جو نظارہ ہو جائے
ہشیار رہوں پھر کہیں دیوانہ ہوں

اب ضبط ہے کرنے کو کنارا آجا
اوجھل ہوا جاتا ہے کنارا آجا
منجدھار ہے طوفان کی موجیں ہیں بلند
بے آس کو دے جلد سہارا آجا

منھ چھپانا آپ کو مرغوب ہے
کیا محبت کا یہی اسلوب ہے
آپ ہی انصاف سے کہہ دیجئے
چاہنے والوں سے پردہ خوب ہے

تکلیف میں آرام کا ساماں ہو جائے
دیدار کا پورا کہیں ارماں ہو جائے
آنکھیں ہیں کھلی شوقِ زیارت میں ابھی
آجاؤ تو مشکل مری آساں ہو جائے

مقبول مناجات نہیں ہو سکتی
منظور ہر اک بات نہیں ہو سکتی
پھولوں کے لیے ہزار روئے بلبل
بے وقت ملاقات نہیں ہو سکتی

دوازدہ امام علیہم السلام

ہو اگر چشم بصیرت وا کسی تدبیر سے
اور ملے کچھ روشنی بھی خالق تنویر سے
از محمدؐ تا محمدؐ ہو بہو نقشہ ہے ایک
خود ملا کر دیکھ لو تصویر کو تصویر سے

سنبل ہمہ تن صورت گیسوئے محمدؐ
ہر سرو مثال قدِ دلجوئے محمدؐ
شاہد ہے بہارِ چمنِ حسن پیمبرؐ
آتی ہے ہر اک پھول سے خوشبوئے محمدؐ

عجب گلبنِ نسل لائے محمدؐ
کہ ہر گل ہے اس میں بجائے محمدؐ
بہت رنگ و بو پر کیا غور واصفؔ
نظر کچھ نہ آیا سوائے محمدؐ

جناب حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

کیا شک ہے کہ یہ ابن یداللہ نہ تھے
شبیرؑ تھے کیا مہر تو یہ ماہ نہ تھے
کچھ سوچ کے آقا کہا بھائی کو مدام
عباسؑ غلام شہِ ذی جاہ نہ تھے

گو نہ تھے معصوم لیکن اس قدر عرفان تھا
ان کا ہر قول و عمل تھا بہرِ مرضی خدا
حضرت عباس کہتے تھے جو آقا بھائی کو
جانتے تھے اپنی ماں اور فاطمہؑ کا مرتبا

غمگیں تھے عطش سے شہ کی اتنا عباس
پیاسے رہے خود بھی لے کے دریا عباس
مفہوم وفا کوئی سمجھتا نہ کبھی
ہوتے نہ اگر خلق میں پیدا عباس

نرغے میں نہ چھوڑو مجھے تنہا عباس
پھر دے گا بھلا کون سہارا عباس
مانگی جو رضا رن کی تو سرورؑ نے کہا
تم ہی تو مری فوج ہو بھیا عباس

شبیرؑ کے ہمراہ رہے صورتِ سایہ
رتبہ بھی وہ پایا جو کسی نے نہیں پایا
مفہوم وفا کوئی سمجھتا ہی نہیں تھا
عباس نے مفہوم وفا آکے بتایا

شبیرؑ کا ہر حکم بجا لاتے تھے
ذرہ بھی تامل نہیں فرماتے تھے
غصے میں ہزار آئے بڑھنے کا محل
جس وقت وہ روک دیں تو رک جاتے تھے

پرکھے ہوئے تھے شوکتِ عباس حسینؑ
تولے ہوئے تھے صولتِ عباس حسینؑ
کس طرح سے دیتے بھلا اذنِ جہاد
سمجھے ہوئے تھے قوتِ عباس حسینؑ

حضرت حرؑ

واللہ عجب حرؑ نے مقدر پایا	کیا مرتبہ بلند و برتر پایا
سونے کے لیے خاک شفا کا بستر	تکیہ کے عوض زانوئے سرور پایا

حرؑ خواب سے غفلت کے جو بیدار ہوا	بیدار ہوا واقف اسرار ہوا
اسرار سے واقف ہوا باطل سے پھرا	باطل سے پھرا خلد کا حقدار ہوا

جناب علی اصغر علیہ السلام

اصغرؑ وہ غضب تشنہ دہانی تیری	ایماں کے لیے وہ خونفشانی تیری
خود کہتا تو ہوتا نہ اثر اتنا کبھی	جو ڈھا گئی حشر بے زبانی تیری

جناب زینبؑ علیا مقام

سامع درِ شہوارِ سخن رول رہے ہیں	ہر نقطہ بہ میزانِ خرد تول رہے ہیں
کہتے ہیں ہم جن کو ہے تقریر علی یاد	زینب کی زباں سے یہ علی بول رہے ہیں

۶۵۱

(متفرقات)

احساں پہ احساں کیے ہیں کیا کیا — تسلیم کے بدلے بھی لیے ہیں کیا کیا
لوٹے گئے کانٹوں پہ چلے قید ہوئے — انعام محبت نے دیئے ہیں کیا کیا

آباد اسی سے ہے دیارِ ہستی — موقوف اسی پر ہے بہارِ ہستی
کیوں دل میں نہ دوں داغِ محبت کو جگہ — ہے ایک یہی تو یادگارِ ہستی

ہستیٔ نامراد کا تحفہ لیے ہوئے — دامانِ دل میں حشرِ تمنا لیے ہوئے
مرقد میں دیکھوں نیند بھی آتی ہے یا نہیں — جاتا ہوں اضطراب کی دنیا لیے ہوئے

اپنا ہے کوئی اور نہ بیگانہ ہے — کہتے ہیں محبت جسے افسانہ ہے
ربطِ جسد و روح سے واضح یہ کھلا — بس خلق میں دو روز کا یارانہ ہے

لبریز مئی شوق سے پیمانہ ہے — اندازِ سخن اسی سے رندانہ ہے
رک رک کے زباں سے نکلتے ہیں جو لفظ — اک ساقیٔ مخمور کا افسانہ ہے

بے فیض ہوں ناقابل یارانہ ہوں — اپنا ہو کہ غیر سب سے بیگانہ ہوں
وہ جنس ہوں جسکو کوئی بے دام نہ لے — جسکو نہ سنے کوئی وہ افسانہ ہوں

ہر فقرہ چلے جس کا وہ تقریر بنو — جوہر ہوں فدا جس پہ وہ شمشیر بنو
سر کاٹ لو ہر شعلہ زباں کا واصف — خاموش مگر صورتِ گلگیر بنو

کچھ حرج نہیں قبضے میں دنیا سمجھے — اور زیر نگیں ہر ایک ذرہ سمجھے
پر بندۂ حسن کو ہے لازم واصف — بھولے سے کبھی دل کو نہ اپنا سمجھے

جھوٹ جو قصہ ہے دلچسپ وہ افسانہ ہے — جو نہ کچھ سمجھے نہ سمجھائے وہ فرزانہ ہے
ہے عجب رنگ زمانہ کا رہو چپ واصف — ہوش کی بات جو کہتا ہے وہ دیوانہ ہے

نفرت ہے اگر غم سے تو خوشنود بنو — دنیا کی نظر میں گلِ مقصود بنو
ہے عقل تو حاسد نہ بنو اے واصف — ایسی کرو تدبیر کہ محسود بنو

قلب میں سوزِ محبت ہے جگہ پائے ہوئے — للہ الحمد طبیعت کو ہے گرمائے ہوئے
خوشنوایانِ گلستانِ سخن ہیں خاموش — زمزمہ سنجیٔ واصف ہے ستم ڈھائے ہوئے

خوش نہ ہوں محسود کیوں حساد کی تحقیر سے — نفع ہوتا ہے ہر اک نقصان کی تدبیر سے
دوست ہے اللہ تو دشمن سے بھی ہوتا ہے فیض — شمع کی تنویر بڑھتی رہتی ہے گلگیر سے

اب کیا ہو کہ مشکل ہوا جینا واصف — لو آنے لگا سرد پسینہ واصف
آثار ہیں کچھ اور خدا خیر کرے — کہتے تھے سنبھل سنبھل کے پینا واصف

ہر لفظ سے رنگین بیانی چھلکی — کیفیت شورشِ پنہانی چھلکی
جو اہلِ نظر تھے ہوئے واصف مخمور — ساغر سے شرابِ ارغوانی چھلکی

دیکھنا چاہے تو اللہ کی قدرت دیکھے — اس پہ کس درجہ ہے الطاف و عنایت دیکھے
فکر و آلام سے فرصت جو زمانہ دیدے — دیکھے پھر واصفِ خوشگو کی طبیعت دیکھے

ہم جذبِ محبت کا شرف دیکھ رہے ہیں — کتنا ہے انھیں کس سے شغف دیکھ رہے ہیں
حضار کی نظریں رخِ روشن پہ ہیں انکے — وہ ہیں کہ ہماری ہی طرف دیکھ رہے ہیں

ہوا فاش رازِ نہاں رفتہ رفتہ — بنا رنگِ رخ ترجماں رفتہ رفتہ
چھپی خامشی سے نہ دل کی کہانی — ہوئی بے زبانی زباں رفتہ رفتہ

ہوئے مجھ پہ وہ مہرباں رفتہ رفتہ — ملی دولتِ بیکراں رفتہ رفتہ
کھنچے تھے وہ مجھ سے مگر کھینچ لایا — مرا زورِ جذبِ نہاں رفتہ رفتہ

عیاں ہو گا سوزِ نہاں رفتہ رفتہ — دبی آگ سلگے گی ہاں رفتہ رفتہ
تپش دل کی خالی نہ جائے گی واصفؔ — بدل دے گی نظمِ جہاں رفتہ رفتہ

جما رنگ حسنِ بیاں رفتہ رفتہ — کترنے لگی گل زباں رفتہ رفتہ
ریاضِ سخن میں بہار آئی واصفؔ — ہوا دور دورِ خزاں رفتہ رفتہ

سنتا ہوں کہ گلشن میں بہار آئی ہے — ہر پھول پہ چھائی ہوئی رعنائی ہے
کس طرح ہنسی آئے قفس میں واصفؔ — افسوس کلی دل کی تو مرجھائی ہے

دنیا کی ہر اک نے شکلِ زیبا دیکھی — جی بھر کے موافقِ تمنا دیکھی
ٹھکرائے گئے ایک ہمیں شوخ نگاہ — ہم نے جو نظر اٹھائی دنیا دیکھی

آرام و سکوں کا کوئی کونا نہ ملا — بیخار کسی روز بچھونا نہ ملا
سونے کے لیئے راتوں کو سویا لیکن — تقدیر سے نیند بھر کے سونا نہ ملا

شام آ گئی صبح شادمانی نہ گئی — رنگینیٔ عیش و کامرانی نہ گئی
تھی زندہ دلی ساتھ تو مرنے پر بھی — چہرہ سے نضارت کی نشانی نہ گئی

جس درجہ تھی دلچسپ کہانی نہ سنی — روداد طلسم عمر فانی نہ سنی
سننے کو تو ہر اک نے سنی اے واصف — افسوس مگر میری زبانی نہ سنی

ذرہ صفت مہر اگر ہو جائے — حیرت زدہ ہر اہل نظر ہو جائے
اس اوج پہ زیبا نہیں غرہ واصف — ممکن ہے کہ پھر خاک بسر ہو جائے

راستے ہیں مختلف مذہب کے بانی ایک ہیں — وہ کسی مشرب کے ہوں کہتے کہانی ایک ہیں
ادم اور اللہ پر جھگڑا ہے واصف کس لیے — ہیں بظاہر لفظ دو لیکن معانی ایک ہیں

قابو میں نہ جب شورش جذبات آئی — مچلی ہوئی دل سے تا زباں بات آئی
کچھ نقد سے شاعری کے حصہ نہ ملا — آنے کو تو ہر قسم کی سوغات آئی

مست زبیخود جتنے ہیں سب سمجھے ہیں مستانہ مجھے — جنکو ہے آسیب وہ کہتے ہیں دیوانہ مجھے
لوگ دھوکہ سے بچیں واصف حقیقت کر دی عیاں — اس لیے کہنا پڑا خود اپنا افسانہ مجھے

ہشیار ہو اے مست مئے ظلم و عتاب | مظلوم کی آہ سرد ہوتی ہے خراب
جز تیرے کسی کو نہ ملے لطف و سرور | شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا یہ خواب

کیوں زر کی تلاش میں خزینہ ڈھونڈھو | کیوں اوج کی جستجو میں زینہ ڈھونڈھو
خاتم پہ سخن کے صاف جڑنے کے لیے | واصف کوئی بے جرم نگینہ ڈھونڈھو

قوت کبھی دولت سے نہیں ملتی ہے | جب تک ید قدرت سے نہیں ملتی ہے
یہ اہل بصیرت سے سنا ہے واصف | بینائی بصارت سے نہیں ملتی ہے

بیہوش تھا جس وقت چمن میں آیا | پھولوں کی نہ کی سیر نہ اک پھل کھایا
جز نام جز نہیں چمن ہے کیا شئے | جب آنکھ کھلی خود کو قفس میں پایا

جس شخص پہ رحمت کی نظر ہوتی ہے | آرام سے ہر طرح گزر ہوتی ہے
عزت نہیں دیتا جسے رب العزت | کوشش پہ بھی ذلت سے بسر ہوتی ہے

ہے دار فنا میں جو تمنائے بقا | بندہ نہ بنا اپنے کو آزادی کا
مرنے پہ بھی زندہ تجھے رہنا ہے اگر | سر رکھ دے تہ خنجر تسلیم و رضا

بات کہتے ہیں اک صلاح کی ہم
اپنے اوپر کرو نہ آپ ستم
ہیں جو آنکھیں تو ٹھوکریں مت کھاؤ
راستہ دیکھ کر اٹھاؤ قدم

کسی نے میکدہ پیدا کسی نے اک سبو پایا
تو سمجھے دیکھنے والے بہ حسب آرزو پایا
جو پوچھا پانے والے سے کہ یہ کس سے ملا کیونکر
کہا ہمت کے ہاتھوں سے بہ طرز جستجو پایا

نہ سمجھے غیر جو کہنے کو وہ افسانے جاتے ہیں
دل شوریدہ و بیتاب کو بہلانے جاتے ہیں
کبھی خالی نہیں رہتی گلی اس ہوش دشمن کی
وہاں ہشیار جا سکتے نہیں دیوانے جاتے ہیں

کیا کچھ نہیں تدبیر بنا دیتی ہے
بگڑی ہوئی تقدیر بنا دیتی ہے
یہ روح رواں بخش کے ہر خاکہ کو
اک بولتی تصویر بنا دیتی ہے

مسرور کو دلگیر بنا دیتی ہے
آلام کی تصویر بنا دیتی ہے
بیگانۂ تدبیر کو واصف تقدیر
پابستۂ زنجیر بنا دیتی ہے

آیا جو شباب کر کے بچپن کو خراب
پیری نے کچل دیا سر کبر شباب
بدخواہ جو ہوتا ہے کسی کا کوئی
فطرت سے اسے ملتا ہے منہ توڑ جواب

تدبیر سے تقدیر بدل جاتی ہے
جو آئے بلا سر پہ وہ ٹل جاتی ہے
کیسی بھی ہو بگڑی ہوئی حالت واصفؔ
تائید خدائی سے سنبھل جاتی ہے

امید وفا غیر سے نادانی ہے
آنکھوں میں بھی آنسوؤں کی فراوانی ہے
جمعیتِ خاطر کی تمنا بے سود
تقدیر میں جب لکھی پریشانی ہے

ہر سمت سے کر چکا ہے حلقہ پانی
گرداب صفت ڈالے ہے گھیرا پانی
اے نوحِ غریباں ہے مدد کا ہنگام
ہو جائے کہیں سر سے نہ اونچا پانی

کمزور کی ڈھارس ہے توانائی ہے
بیتاب کی تسکین و شکیبائی ہے
اے دردِ محبت ہو تری عمر دراز
تو ہی تو انیسِ شبِ تنہائی ہے

پروانۂ شمع دیں بنا دے یارب
دنیا کی طلب دل سے مٹا دے یارب
جب تو نے مرض گھٹا کے بخشی صحت
فکرِ عمل نیک بڑھا دے یارب

پھیرا ہے مریض کو جو صحت کی طرف
غمگین کو جادۂ مسرت کی طرف
ہر لحظہ یہی دعا ہے اے ربِ قدیر
دل موڑ لے اب اپنی محبت کی طرف

SARMAYA-E-NAJAT
PART II

شایع کردہ

مرزا علی رضا رضاؔ ردولوی

۲۰۷، گولہ گنج، لکھنؤ

Price Rs. 7/-

Printed and Published by MIRZA ALI RAZA "RAZA" RUDAULVI
207, Gola Ganj, Lucknow at
Anuj Printers, C/1106 Mahanagar, Lucknow.